رجسٹرڈ ایل نمبر

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ اوی القریہ

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا اعلان

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے ...

عوام سے
خواص و سجادہ نشینوں سے
ہندوستان سے باہر
غیر مذاہب والوں سے
اپنی جماعت کے غیر مستطیع وسائل سے کم آمدنی والے لوگوں سے

نمبر (۴۳ و ۴۴) — دارالامان قادیان مورخہ ۱۷ و ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء — جلد (۸)

تفسیر القرآن اور اسکی قدر دانی

بگذار ورد مثنوی و شغل غزل و شعر
این خود چہ چیز ہست اگر قدر آن (قرآن) نماند

تفسیر القرآن اور اس کی ضرورت کے متعلق الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ایک آرٹیکل لکھا گیا تھا۔ اس کی غرض اور موضوع یہ سمجھا گیا تھا کہ آخر میں خریداران الحکم اور احمدی قوم کو اس کی امداد کی طرف توجہ دلائی جاوے لیکن آخری جملوں پر پہونچکر میں اس مقصد کو ظاہر کرنے سے رکگیا۔ اور خدا تعالیٰ کی حکمت نوازی پر نظر کرتا ہی۔ آج یکم دسمبر ۱۹۰۴ء کو جب کہ میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ دفتر الحکم کے ذخیرہ کتب میں تفسیر القرآن کے دوسرے پارہ کی کس قدر کاپیاں باقی ہیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ قریباً ڈیڑھ سو کاپیاں صرف ذخیرہ میں باقی ہیں۔ تفسیر القرآن ۱۰ نومبر ۱۹۰۴ء کو شائع ہوئی تھی اور اس کی کل ۷۰۰ کاپیاں طبع ہوئی تھیں۔ ایک مہینے کے اندر ۵۵۰ کاپیوں کا ختم ہو جانا حیرت انگیز قدردانی ہے۔ تفسیر القرآن کی اشاعت کے لئے کوئی غیر معمولی تحریک میں نے نہیں کی۔ اخبارات میں اس کے اشتہار تاجروں کی طرح شایع نہیں کئے گئے۔ بزرگان ملت سے بھی میں نے خاص طور پر نہیں کہا کہ وہ قوم میں اس کے لئے تحریک کریں۔ ہاں میرا یہ ارادہ ضرور ہے کہ ان کی گرانقدر راؤں کو اخبار میں کسی وقت شائع کر دوں جو وہ پڑھنے کے بعد لکھیں گے۔

پھر باوجود ان امور کے اسقدر کاپیوں کا ایک ہی مہینے کے اندر نکل جانا میرے لئے نہایت فخر اور خوشی کا مقام ہے اس کامیابی کو دیکھکر بے اختیار رونگٹے کھڑے ہو کر حضور میری روح جھکتی ہے اور اوسکی حکمت نوازی پہچان کر وجد کرتی ہے۔

اس قدردانی سے مجھے یہ بھی اندازہ کرنے کا موقعہ ملا ہے کہ قوم میں قرآن کریم کے ساتھ عشق و محبت کا مذاق بڑھ رہا ہے اور مسلمانوں کے برومند ہونے کا یہی پہلا نشان ہے۔ جب تک قرآن کریم کی طرف توجہ علمی اور عملی نہ ہوگی۔ ناممکن ہے کہ مسلمان ترقی کر سکیں۔ مجھے اب اسکی اشاعت کے متعلق کسی تحریک کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ جیسا کہ میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں اب بلا توقف ماہواری سلسلہ کے تیسرے نمبر کے ساتھ سورۃ البقر ان شاء اللہ العزیز ختم ہو جاویگی۔

کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس نمبر کا مسودہ حضرت حکیم الامت تو دیکھ چکے ہیں صرف حضرت مخدوم الملت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے وہ نہیں دیکھا۔ لیکن اس اشاعت الحکم تک وہ مسودہ ان کے پاس بغرض ملاحظہ و اصلاح پہونچ گیا ہے۔ ان سے ملنے پر حوالہ کاتب کر دیا جاوے گا۔ اور جسطرح بھی بن پڑیگا میں خدا کے فضل و کرم سے کوشش کروں گا کہ اس مہینے میں شائع ہو جاوے تاکہ آیندہ اگر میں زندہ رہوں اور خدا تعالیٰ کی توفیق میرے رفیق حال ہو تو جیسا کہ ارادہ کیا گیا ہے شروع سال سے ۲۲ + ۹ ورقے کا پرچہ نیا سلسلہ سورہ آل عمران کا شروع ہو۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

خدا تعالیٰ میرے ان ارادوں میں اخلاص بخشے اور پھر مجھے توفیق عطا فرماوے اور بالآخر اس کے انجام پذیر ہونے کے سامان سے بہرہ ور کرے۔ میری خواہش ہے اگر یہ خدمت قرآن کریم کی ہو جاوے (خدا کرے کہ ہو جاوے آمین) تو میں سمجھوں گا کہ میں اپنے عظیم الشان مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ ع

این است کام دل اگر آید میسرم

اس سے پہلے تفسیر القرآن کا ہر نمبر ۷۰۰ چھپا ہے لیکن پارہ دوم کی قدردانی مجھے حوصلہ دلاتی ہے کہ آیندہ کم از کم ۹۰۰ چھپا یا جاوے۔ تاہم تیسرا نمبر تو میں ۷۰۰ ہی چھاپوں گا۔ آیندہ جیسا خدا تعالیٰ نے چاہا اور مجھے توفیق دی۔

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم و مرتب تفسیر القرآن قادیان

اطلاع

جدید خریداروں کو یاد دلا دینا ضروری ہے کہ تفسیر القرآن کا پہلا پارہ اور دوسرا پارہ جدا جدا مکمل ہیں اور ہر ایک کی قیمت فی جلد [illegible] علاوہ محصول اور تیسرا پارہ بصورت رسالہ ماہوار ہے جس کے صرف دو نمبر نکل چکے تھے۔ اور تیسرا اب شائع ہوگا۔ انشاء اللہ۔ ان تینوں نمبروں کی قیمت مع محصول ڈاک [illegible] ہوگی۔ ایڈیٹر

تفسیر القرآن اور اوس کے خریدار

ہم نے اطلاع دیدی ہے کہ تفسیر القرآن کا دوسرا پارہ شائع ہو گیا۔ اور اکثر خریداروں کے نام وہ روانہ بھی ہو گیا۔ لیکن ابھی تک بعض ایسے اصحاب معلوم ہوتے ہیں کہ جن کے پاس متفرق اجزا پہنچے ہوئے ہیں اور انہوں نے باقی اجزا کے طلب کرنے کی اطلاع نہیں دی ایسی صورت میں ہم بری الذمہ ہیں۔ اگر کسی کو باقی اجزا لینے ہوں تو ان کو اطلاع دینے پر بھیجے جاویں تو ہم ذمہ وار ہیں۔ جن لوگوں کے پاس اجزا پہنچے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کل پارہ بھی پہونچ گیا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اجزا واپس بھیجدیں۔ درخواست میں صاف لکھا جاوے کہ اس صفحہ تک پارہ دوم پہونچا ہوا ہے۔

پردہ پر نظم

ان دنوں بحث احباب ہے ہر جا پردہ
خوف ... ذکر دسنے کہیں برپا پردہ
بعض کا قول ہے اچھا نہیں اتنا پردہ
بعض کہتے ہیں کہ بے سود ہے بیجا پردہ
سامنا ہو جو دو دیوں کہیلنا پردہ میں شکار
صاف کہہ دو کہ نہو قوم میں اصلا پردہ
بات دو دین مگر ان میں کوئی نقص نہیں
ہاں اگر قابل اصلاح ہے تو بس تھا پردہ
قوم کی روک دی پردہ نے ترقی افسوس
یعنے عالم کی خرابی کا ہے بانی پردہ
ان پہ اس بات پہ ٹھہرا ہے ترقی کا مدار
بادشاہ ہوتے اگر ہم میں نہ ہوتا پردہ
دیدہ عقل سے ہٹ جائے اگر حب خلق
نظر آ جائے کہ ہر شئے میں ہے پیدا پردہ
مرض جہل کا درمان ہی نہیں ہے لیکن
علم والوں کی پڑا عقل پہ کیسا پردہ
عالم الغیب خدا ذات کا ستار ہے نام
جلوہ گر اسم صفات میں ہے پیارا پردہ
ذات پردہ میں ہے کیا راز ہے وہ بھی ...
وہ نہ کہیے تو کسی سے نہیں کہلتا پردہ
کس قدر پردہ کا ایمان سے تعلق ہے قریب
جزو ایمان حیا جزو حیا کا پردہ
مغز پردہ میں نہ ہوتا تو نہ رہتا محفوظ
یہی اللہ کی حکمت کا ہے پہلا پردہ
رحم مادر میں نمو پاتا ہے ہر اک جاندار
حسن خلقت کا دکہاتا ہے تماشا پردہ
ہوتے پیدا ہیں بڑہتے ہیں درختوں پہ ثمر
ثمر و شاخ کا ہے پوست بہی گویا پردہ
لعل و گوہر تہ دریا میں چھپے رہتے ہیں
آبرو رکہتا ہے دریا میں بہی کیسا پردہ
چاند سورج بہی ہیں پردہ میں فلک کے مخفی
قدرتا سب سے بلندی میں ہے بالا پردہ
پردہ میں راز سیاست کے کہے جاتے ہیں
گنبد قصر حکومت کا ہے جہنڈا پردہ
پارساؤں نے کیا گوشہ خلوت منظور
اہل عصمت کے لئے خوب ہے زیبا پردہ
اک طرف پردہ شب میں ہیں عابد مشغول
اکطرف حق نے گنہگاروں کا رکہا پردہ
مال و اسباب بہی الطاف سے بچ جاتا ہے
چار جانب کی ہیں دیواریں بہی گہر کا پردہ
جتنے حیوان ہیں بے پردہ رہا کرتے ہیں
جسم انسان پہ ہے ہر قسم کا کپڑا پردہ
قدر پردہ کی سمجھتے لیکن نئی ایشیا والے
نوجوان سمجھتے ہیں کہ خوب ہے بیجا پردہ
پردہ داری کا ہے ذی علم ہمیشہ حامی
دین اسلام میں موجود ہے اچہا پردہ
برش تیغ اصالت کا ہے پردہ جوہر
گوشہ چشم شرم و شرافت کا ہے غنچہ پردہ
محفل خلق و مروت کی ہے پردہ قندیل
قلعہ اصل و نجابت کا ہے پایہ پردہ
خانہ عفت و عصمت کا ہے پردہ دربان
دیدہ دانش و بینش کا ہے سرمہ پردہ
شاہد مذہب و ملت کا ہے پردہ زیور
عاشق سنت احمد کا ہے شیوہ پردہ
جس کو بہی چاہیے کہے جس کا نہ چاہیے نہ کہے
دشمن و دوست کہو بحث عطف پردہ
نظم میں خوبیاں پردہ کی نہ ... لکھیں
وعظ و تکفیر میں کہے جائیں گے پردہ پردہ
راقم بشیر احمد ... [illegible]
... [illegible]

(وکیل)

اخلاق۔ مذہب۔ قانون

(منقول از مخزن)

ان حکومتوں اور طاقتوں کے سوا جو انسانوں کی اپنی تجویز سے ترتیب دیگئی ہیں۔ اور جنہیں شخصی یا جمہوری حکومتیں کہا جاتا ہے اور بھی ایسے چند ضابطے ہیں جنہیں ایک جامع حکومت یا جامع طاقت کہا جاسکتا ہے۔

جیسے شخصی اور جمہوری طاقتیں یا حکومتیں کسی نہ کسی ضابطے یا اصول کی تابع ہوتی ہیں۔ ویسے ہی چند ضابطے بھی کوئی نہ کوئی اصول یا غرض رکھتے ہیں۔ جنکا اثر بعض اوقات نمایاں اور اکثر سے مخفی رہتا ہے۔ گو کل یا بعض افراد ایسے چند ضابطوں سے ناواقف اور نا آشنا ہوں تاہم انکا تصرف اور دخل قبضہ سے باہر نہیں ہے۔ بعض انسان بسا اوقات ان طاقتوں یا ان اثروں سے انکار کرتا ہے۔ در اصل وہ ان پر غالب اور موثر ہونے میں انکا انکار یا تو تجاہل عارفانہ ہے۔ اور یا ایک فریب وہ قیاس۔ بہت سے مریض ڈاکٹر کے دریافت کرنے پر کہا کرتے ہیں کہ بلا کسی نمدرونی یا خارجی عارضہ کے یہ عارض ہوگیا ہے۔ لیکن ان کا ایسا کہنا بسا اوقات غلط ثابت ہوتا ہے جب ہم دنیا جانتے اسباب منفقہ میں نہ کوئی فعل یا کوئی اثر بغیر سبب کے نہیں ہوا یا ہوتی (۱)

جن ضابطوں کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے ان میں سے نوع انسان کے متعلق تین ضابطے زیادہ مشہور اور مروج ہیں (الف) اخلاق (ب) مذہب (ج) قانون۔ ان تین ضابطوں کی تمام انسانی گروہوں پر حکومت اور تصرف ہے کوئی قوم اور کوئی ملک ان ہر سہ ضوابط ان کے اثر سے خالی نہیں۔ کوئی ملک اور کوئی بھی قوم بلو ان تینوں میں سے کسی نہ کسی حق سے متعلق ہوگی ۔ (۲)

یہ کہا جاتا ہے کہ کسی مقام میں یہ ہر سہ ضابطے کل ہوں اور کسی میں ناکمل کسی میں ان کی بنیاد ان وجوہ پر مبنی ہو۔ اور کسی میں ناقص ہو۔ ان ہر سہ ضوابط کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔ یا یہ کہ ان ہر کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور ہونا چاہئے۔ جب یہ موثر ہیں تو ضروری ہے کہ ان کے آثار ہوں۔ اور ان اثار سے کوئی قوم خاص اوصاف یا خیالات سے متصف بہی ہو جاوے۔ ہر فرد قوم یا ہر مجموعہ قوم کی نسبت یہ بحث کیجا سکتی ہے کہ (الف) اسکی حالت مہذب اور مہذب ہے (ب) اسکی حالت بین بین ہے (ج) وہ اکثر امور اور اکثر خیالات میں گری ہوئی ہے۔

دوسرے الفاظ میں ان حالات کی تعبیر یوں بہی کی جاسکتی ہے (۱) ایک قوم وحشت سے بہت کچھ دور جا رہی ہے (۲) کچھ وحشت میں ہے اور کچھ اس سے دور (۳) سراسر وحشت میں ہے۔

یہ سوال کیا جائے گا کہ

کیا کوئی فرد قوم یا مجموعہ قوم صرف وجود اخلاق سے ان اوصاف سے متصف ہو سکتا اور یہ وجہ موجود اخلاق ان اوصاف سے دور جا پڑتا ہے۔ یا مذہب ان سب امور کا حامی اور جامع ہے۔ یا قانون انکا موید اور سرچشمہ ہے۔ یا یہ تینوں بحیثیت مجموعی مال ہر ترقی میں اس کے کہ ہم ان میں سے ہر ایک صورت کی نسبت بحث کریں۔ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ علمی اعتبارات اور موثرہ حالات کے اعتبار سے ان تینوں میں کیا فرق ہے۔ یا ان کی جداگانہ تعریفیں کیا گئی ہیں۔ یا انمیں کوئی نسبت ہے۔ اخلاق سے وہ حالت یا وہ طاقت مراد ہے۔ یا اخلاق وہ فلسفہ ہے جس سے انسان اپنے قوائے طبعی کے صحیح استعمال کا طریقہ سیکھتا اور ان امور یا قوتوں سے آگاہی پاتا ہے جو اسے خود اپنی ذات یا اختیار کے مقابلہ میں موجودہ ہستی یا زندگی میں آسائش راحت۔ مسرت۔ عزت۔ اعتبار کی حیثیت سے عمل میں لانا ضروری یا لابدی ہیں۔ یا اخلاق وہ شریعت اور وہ قانون ہے جو انکی قوت ضمیری سے ترتیب پاتا ہے ۔

مذہب وہ قانون ہے جو با حفاظہ اخلاق یا تعریفات ضمیری ایک اعلےٰ طاقت علت العلل کے منشا اور ذات تک انسان کی رسائی کرانا چاہتا اور ان ہدایات سے آگاہی بخشتا ہے جو اس منزل تک انکی رہنما ہو سکتی ہیں۔

قانون وہ ضابطہ ہے جو کسی سوسائٹی یا حکومت یا جماعت سیاسی کی جانب سے ان امور اور ان اغراض کی تکمیل اور حفاظت کے واسطے ترتیب دیا جاتا ہے جس سے کسی سوسائٹی۔ کسی حکومت اور کسی جماعت سیاسی کے قواعد۔ احکام۔ رسم و رواج اور حقوق مسلمہ کی حفاظت تکمیل یا نگرانی یا تقسیم یا تاویل یا انتقال یا بحالی اور ترمیم یا تبدیل عمل میں آتی ہے ۔

ان ہر سہ حقوق میں نسبتا کچھ نہ کچھ نسبت یا تعلق ہے۔ گو فلسفہ اخلاق۔ مذہب کی تعریف میں نہیں آسکتا لیکن مذہب کے مسلمات یا اغراض میں سے اکثر مسلمات اور اکثر اغراض کی تعلیم دیتا ہے اور ان کا حامی۔ اسیطرح مذہب بہت سے اصولوں اور اغراض اخلاق کا موید اور حامی ہے۔ قانون اس حد تک اخلاق اور مذہب کا تتبع کرتا ہے جہاں تک اس کے اپنے اغراض قائم رہتے نظر آتے ہیں۔ گویا قانون میں خود غرضی خود پرستی۔ اور خود ستائی۔ اور خود حفاظتی بہت ہے۔ قانون اپنی حفاظت خود بھی کرتا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں سے یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ بھی اس کی حفاظت اور تعظیم کریں۔ قانون کا نہ ماننا اور اسکی حفاظت اور تعظیم نہ کرنا ہے۔ اخلاق اور مذہب خلاف اسکے یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ وہ ایسے حامی اور محافظ آپ ہیں۔ وہ بذاتہ قائم اور موجود ہیں ان کا قیام اور ان کی موجودگی یا انکی تکمیل اور آبرو بذاتہم ثابت ہے ان کے ماننے اور ان کی تعظیم کرنے سے ماننے والوں کی وقعت اور حرمت میں ترقی ہوتی ہے اور نہ ماننے سے انکی اپنی وقعت اور حرمت میں فرق آتا ہے ۔

اس بحث میں ہمارا دوسرے بحث اس طرف ہے کہ کوئی فرد یا مجموعہ قوم تغیر یا تکمیل اخلاق کے ان اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے جو ترقی اور تہذیب اور پاکیزگی کا موجب یا سرمایہ ہیں۔ یا مذہبی پابندی سے۔ یا قانونی قیود سے۔ یا ان تینوں کی تکمیل اور تنظیم سے ۔

اگر یہ کہا جاوے کہ قانون کی تعظیم یا تکمیل اور تعمیل سے کوئی قوم یا فرد قوم مدگیان حاصل کر سکتا ہے یا کوئی قوم ایک مہذب اور ترقی یافتہ قوم بن سکتی ہے ۔

(۱) بہت سے واقعات اور کیفیات ہیں کہ جنکا وقوعی یا سماوی سبب ہمیں معلوم نہیں اور ہم نہیں جانتے کہ اس واقعہ یا اس کیفیت کا ظہور کیونکر ہوا۔ اور دہر وہ کیسے عمل میں آیا۔ در اصل ہماری علم ناقص ... اور ضرور نہ ہوتا تو شائد یہ قوتیں رہیں گے کہ دنیا کا کوئی کام بہی بغیر سبب کے نہیں ہوتا ۔ (۲) کبہی ان میں سے کسی فرد کی کسی قوم اور کسی ملک پر جداگانہ حکومت ہو اور کبہی بہ حیثیت مجموعی سب افراد ان کو زیر نگین ہوں۔ کبہی فرد ہی بطور اختیار ہو اور کبہی فی البدل کبہی مقتضیٰ ... اور کبہی نہیں۔ اس کا ہی خیال رکہا جانا چاہئیے کہ نمایاں وقتی اور نمایاں تمیزات انہیں ترقی اور کبہی تنزل کیا جاتا ہے

جسطرح لوگ جنسی اور مسرت میں فرق نہیں کرتے بعض لوگ مسرت اور مسرت کو جنسی سمجھ لیتے ہیں اسیطرح خوشخوئی اور اخلاق میں بہی تمیز نہیں کیجاتی۔ جو لوگ خوشخوئی میں ملکہ رکھتے ہیں انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے با اخلاق ہیں حالانکہ وہ اخلاق حقیقیہ سے دور ہوتے ہیں۔ خوشخوئی اخلاق کا مترادف نہیں ہے۔ خوشخوئی ایک روش یا زیادہ سے زیادہ ایک عادت ہے۔ خلاف اسکے اخلاق وہ طاقت یا وہ فلسفہ ہے جو قوت ضمیری سے بہت کچھ نسبت رکھتا ہے ۔

یعنی نفس اخلاق میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ یقینیات کا درجہ رکہتا ہے۔ قانون اپنے واضعین کی تبدیلی یا اغراض واضعین کی تبدیلی سے ترمیم یا تبدیلی پذیر ہے۔ اخلاق کی بنیاد یقینیات اور مسلمات قطعی پر ہے۔ خلاف اس کے قانون کی بنیاد اغراض واضعین اور قیام واضعین اور رعایا یا اجزائے حکومہ کے رسم و رواج اور خیالات یا حالات موجودہ پر بہت کچھ انحصار رکہتی ہے قانون اپنی ہی منواتا اور دوسروں کی ماننا بھی ہے۔ اس کا وجود اور قیام اپنی ذات پر بھی موقوف ہے۔ اور دوسروں کی ذات پر بھی اسکی ہستی کا بہت کچھ انحصار رکہتی ہے۔ قانون ان اغراض کا بھی کفیل یا وکیل ہوتا ہے جو پولیٹیکس کی اغراض کہی جاتی ہیں۔ کوئی قانون ان اغراض سے خالی نہیں ہوتا۔ اخلاق اور مذہب پولیٹیکس سے بہت کم مناسبت رکھتے ہیں۔ چونکہ پولیٹیکس کے اغراض بھی تغیر پذیر ہیں۔ اور قانون بھی بہت کچھ تغیرات رکہتا ہے۔ اسواسطے ان دونوں میں مناسبت کا ہونا ضروری تہا۔ اکثر اوقات پولیٹیکس کے اغراض اخلاق کش اور کافر مذہب ہوتے ہیں اور وقت پرستی میں مشتاق۔ لیکن اخلاق اور مذہب بہت کم ان راہوں سے گذرتے ہیں۔

(جان)

یا قانون کی حمایت سے کسی قوم میں آثار نیک پیدا ہو سکتے ہیں۔ سو یہ ایک ایسا غلط فلسفہ ہے جو کسی صورت میں بھی نتیجہ خیز نہیں۔ قانون جسموں پر حکومت کرتا ہے نہ کہ دلوں پر۔ فیصدی دس آدمی بھی قانون کی حیثیت ایک عمدہ قانون ہونے کے تعظیم نہیں کرتے مگر کوئی قانون بہ حیثیت ایک قانون ہونے کے بذاتہٖ کتنا ہی اچھا ہو۔ لیکن پکّی حکومت اور نگرانی، خلاف اور استقامت سے خالی نہیں ہوتی۔ قانون دانوں اور دوا فروشوں کے قبضہ سے نکل کر تعمیل کے واسطے پادریوں کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ قانونی میدان میں دو دیانت کی ایک دوسری حکومت ہے جو اس کی اصلیت اور حقیقت پر خوفناک سکتہ کرتی ہے۔

قانون بیشک یہ حکم دیتا ہے کہ میں ملزموں اور مجرموں کا حامی نہیں ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے حاشیے میں لکھا ہوتا ہے "اگر تم مجھے نبھا سکتے ہو تو میں تمہیں کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔" بوجہ قانون پر شکوک اور اوہام کی سخت حکومت ہے۔ اسی واسطے وہ ایسا کہنے کیلئے مجبور ہے۔

قانون لوگوں کے پیچھے پیچھے چلتا اور ان کی پیروی کرتا ہے۔ جو لوگ پاکہ میں قانون کی تعظیم اور حمایت نہیں کرتے۔ ان کے گھروں اور ان کی عدالتوں میں قانون اپنی ہستی چھوڑ کر ان کے رنگ میں رنگا جاتا ہے ؎

قانون کی یہ غرض نہیں ہے کہ لوگوں اور محکوموں کا ذہنی ایک اخلاقی سلام ثبت کرے۔ بلکہ یہ کہ ایک خاص دائرے میں ان خاص اغراض سے امن وامان قائم رکھے جو اس کی حدود حکومت میں ہے۔ قانون ایک چوکیدار یا ایک ہوشیار محافظ ہے۔ اس کا فرض حفاظت کرنا ہے۔ نہ یہ کہ ان کے گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان میں کیا کچھ ہوا ہے۔ سیاسی تاریخیں بتلاتی ہیں کہ کوئی قوم محض قانون سے بغیر کبھی مہذب اور شائستہ نہیں ہو سکتی۔ سیاست قانون انجیل کی خبر نہیں۔ اور جب قانون کی سلطنت سزاؤں کے تعزیرات یا احکام وضاحت سے جتلا سکتے ہیں۔ کہ قانونی شروط یا قیود کی لوگوں میں شائستگی اور صلاحیت کہاں تک آئی ہے۔ اور لوگ کس درجہ تک قانونی حدود سے صالح یا نیک بننے کی کوشش کرتی ہے ؎

؎ یہ اسی واسطے کہ در اصل کسی سیاسی یا خلقی قانون میں بذاتہٖ کوئی صداقت اور حرمت نہیں ہے یا تو انکا مراد اخلاقی اور مذہبی طرح کا ہو اور یا لوگوں کی رواجات اور موجود نظام پر مناقشہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بد کاریاں تو قانون ہی انکی پیروی کرتا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں برٹش قوانین کی کمی نہیں ہے۔ انگلوں کوئی ذکر جاری ہوتی رہتا ہے کہ ان قوانین سے فوجداری اور دیوانی مالی تنازعات میں کمی آگئی ہو۔ جیلخانوں کی سالانہ رپورٹیں اس امر کیلئے ایک کافی ضمانت ہیں کہ خلاف صلاحیت دن بدن جرائم اور مجرموں کی تعداد میں ترقی ہے جو اس امر کا زندہ ثبوت ہے کہ قانون سیاسی اصلی صلاحیت کا حامی یا کفیل نہیں۔ قانون سیاسی مخفی امور اور جزئیات کی بازپرس نہیں کرتا۔ لیکن اخلاق اور مذہب کا ہر ایک مخفی امور اور جزئیات کی بھی باز پرس کرتا ہے۔

جب کوئی خارجی قوم کسی دوسری قوم اور دوسرے ملک پر حکمران ہوتی ہے تو قانون کی نئی بنیاد رکھتی ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ لوگوں کی اصلی صلاحیت کی خاطر قانون نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ حکومت جدید کی پاسبانی اور استحکام کی خاطر اگر چند امور صلاحیت کے بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ تو وہ اس کی اصلی غرض نہیں ہوتے دیتے۔ ایک حکیم نے پوچھا گیا تھا۔ "لوگ قانون سیاسی کی طرف کب رجوع کرتے ہیں۔ یا کن لوگوں میں سیاسی قوانین کی حرمت ہوتی ہے"؟ حکیم موصوف نے کہا کہ۔

"ان ہی لوگوں میں سیاسی قانون کی حرمت اور تعظیم ہوتی ہے جو اخلاق اور مذہبی قانون سے فی الجملہ دور جا پڑے ہیں جن قوموں کے اخلاق اچھے ہیں ان میں سیاسی قانون محض بیکار رہتے ہیں"

جو چور یا ڈاکو صرف اس ڈر سے چوری نہیں کرتا اور ڈاکہ نہیں مارتا کہ قانون اس کا حامی نہیں ہے در اصل وہ اگرچہ عملاً چور یا ڈاکو نہیں ہے لیکن خیالاً اپنا چور ہے۔ چونکہ قانون سیاسی جسموں پر حکومت کرتا اسی واسطے لوگوں کے دل درست نہیں کر سکتا۔

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں صلاحیت اور تہذیب کی روح پھیلے۔ اور ہم ترقی یافتہ قوموں کی طرح ہو جاویں تو اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ ہم قانون سیاسی کی حکومت میں آجاویں بلکہ یہ کہ ہم اخلاق اور مذہبی حمایت کے قانون سیاسی سے ہمیشہ کے واسطے سبکدوش ہو جاویں جب قانون سیاسی ہمیں کچھ سکھاتا ہے تو ہم اسے جواب میں کہیں "آپ کی مہربانی۔ ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں جب آپ کی حمایت خود اپنے تئیں ہی نہیں بچا سکتی تو ہمیں کیا بچا سکیگی؟"

ایک پرانا مقولہ ہے "جو قانون سیاسی کو مدنظر نہیں رکھتا ہے وہ حکومت کرتا ہے"

مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ حکومت کی دست برد سے محفوظ یا مامون رہتا ہے۔ اس سے زیادہ تر موثر یہ قول ہے جو اخلاقی قوانین اور مذہبی قیود کی عزت کرتا ہے وہ قانون سے بالکل مستغنی ہو جاتا ہے اور حکومت کے ان ضوابط سے جو ست اور عزت کرتا ہے جو اس کا حق ہیں۔ لوگ کہیں گے وہ کونسا اخلاقی مجموعہ ہے جس کی ہم تعظیم اور عزت کریں۔ آیا اس کا وجود کتابوں اور بعض رسائل میں ہے یا لوگوں کے سینوں اور دماغوں میں تلاش کریں۔ ان میں اختلاف ہے مجھے کہنا ہے جب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ خلاف اس کے قانون سیاسی میں وقت مقررہ کے واسطے ایسا اختلاف تو نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کتابیں ڈھونڈو۔ نہ رسائل کی گورڈ دوڑ میں شامل ہو۔ نہ صحیفے ٹٹولو۔ اور نہ دلوں کو جانچو۔ نہ دماغوں میں جہاں میں کہہ دوں

؎ جہان ترقی سے مراد محض دولت و ثروت نہیں ہے بلکہ وہ حالت بھی جو دلو نیکی اور صلاحیت سے حکومت کرتی ہو جو دولتمندی اور افلاس دونوں میں طمانیت بخش ہوتی ہے۔

نہ ادھر ادھر پھرو۔ اخلاق کی کتاب کشادہ ہے اور تمہارے دل ہی میں ہے اسکی بنیاد وہیں ہے۔ اگر تم غور کرو گے تو تمہارا اپنا دل ہی تمہارے لئے ایک مہربان استاد کا کام دیگا۔ کیا جب کبھی تم نے کوئی بد ارادہ کیا ہے۔ اسوقت تمہارے اندرون سے کوئی مزاحم صدا نہیں آئی؟ سچ کہو گہری کیطرح کتنی دفعہ ایک گھنٹے کی آواز آئی تھی۔ یہی اخلاقی سبق ہے جو نہیں ہر گھڑی مل رہا ہے۔ اپنی آنکھیں کھولو آنکھ بند کر کے دیکھو کہ اس کے سوائے قدرت نے تمہارے سامنے ایک اور بڑی کتاب کھول رکھی ہے۔ مجھے غور کی نگاہوں سے دیکھو۔ اخلاقی فلسفہ اخلاق کتابیں تمہارے ہی افعال اور اعمال کا مجموعہ ہیں۔ تم جو کچھ کرتے ہو ایک فلسفی نہیں ایک خاندانی صورت نیز ترکیب اعتبار سود مندی اور ناسود مندی کی تصویر دکھاتا ہے۔

اخلاقی فلسفہ نہیں مذہبی فلسفہ سے مستغنی نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مذہبی فلسفہ کا حامی اور مؤید ہے ایسے ہی مذہب بھی اخلاقی فلسفہ اپنے میں لئے ہوئے ہے۔ جب قومیں اور افراد قوم اخلاق سے گر جاتی ہیں اور انہیں اخلاق کی وقعت و حرمت باقی نہیں رہتی تو اس کا نتیجہ مذہبی نفرت ہوتی ہے۔ مذہب اخلاق میں سوائے اس کے کچھ اور دلچسپی نہیں رکھتا ہے کہ اخلاقی فلسفہ اس حالت میں سب وجوہ قابل حرمت و قابل تعظیم ہو جب اس میں وجود باری جزو اعظم ہو یہ اخلاق ضمیر سے نشو و نما پاتا ہے۔ اور اس کا آواز وہی ہے۔ کوئی ضمیر وجود باری کے خیال سے مبرا نہیں ہے۔ ہر ضمیر اس پر شاہد ہے۔ ضمیر ہی نہیں بلکہ ساری مخلوق اور اس کی ضرورت اور وجود کو ثابت کر رہی ہے۔ ساری مخلوق معرض اظہار میں لا رہی ہے وہ ایک جوہر ہے ضمیر میں ودیعت کیا گیا ہے ؎

بہ نوعسنت غنچہ در زمین و آسمان

در حریم سینہ حیرانم کہ چون جا کردۂ

یہ مطلب نہیں کہ اخلاقی فلسفہ میں خدا کا ذکر نہیں ہے یا وہ اس سے منکر ہے بحث یہ ہے کہ جب بالخصوص خدائی طاقتوں اور خدائی اوصاف کی حیثیت کو اخلاق کی نسبت بحث ہوتی ہے۔ تو اسے مذہب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ مذہب اور اخلاقی فلسفہ دو نہیں ہیں۔ اگر کبھی ان میں مغایرت پیش کیجاتی ہے تو وہ مبلغ علم کا قصور ہے۔ بلحاظ حقیقت الامر جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب کی کیا ضرورت ہے کیوں اس کی پابندی کیجاوے۔ تو دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ کیوں اخلاق کی پابندی کیجاوے۔ اسکی کیا ضرورت ہے اگر ہم کہیں کہ کیا اخلاق کی ضرورت نہیں ہے؟ تو ہر کہہ و مہ کہیگا کیوں ضرورت نہیں۔ سخت ضرورت ہے۔ صرف الفاظ کے ہیر پھیر سے در اصل مذہب سے انکار کیا جاتا ہے۔ یا اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ ورنہ سب اسکی ضرورت

؎ ہم اس مضمون میں یہ بحث نہیں کرنی کہ مذہب کی ضرورت کہاں تک ہے اور خود انسان کی قوت نفسی انسان کو اس ضرورت کی طرف کن حیل سے لیجاتی ہے ہم اس ضرورت کی بابت رسالہ المذہب میں مفصل بحث کی ہے یہاں اسکی اعادہ ضروری نہیں سمجھتے۔

محسوس کرتے ہیں سب کی خواہش ہے کہ آزاد ہو اور کوئی پابندی نہ رہے۔ لیکن یہ بہت مشکل ہے جو اپنے تئیں آزاد سمجھتے ہیں وہ قید مذہب یا قید اخلاق سے نکل اور ہی ناگفتہ بہ مشکلات میں پھنس جاتے ہیں کیا کوئی شخص اس دنیا میں آزاد و مطلق ہے۔ کوئی نہیں۔

کیا کوئی یہ کہ سکتا ہے کہ میں پابند نہیں ہوں۔ کوئی نہیں اوروں کا قید اور پابندی جدا رہنے دو۔ اپنی رائے کی پابندیاں ہی دم نہیں لینے دیتیں خیالات اور آرزو کی پابندی یا قید کیسی خوفناک ہے ایسی صورت میں رہائی کا پروانہ نہ لو پھر اخلاق اور مذہب کی پابندی سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے ؎

تو کار زمین را نکو ساختی

کہ با آسمان نیز پرداختی

کوئی قوم اور کوئی فرد قوم اسوقت تک ترقی یافتہ نہیں کہلا سکتا جب تک اس کے اخلاق درست نہوں اور کوئی اخلاقی نصاب اوس وقت تک باعزت نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ اسمیں مذہبی روح پر تعلیم کی روشنی ہے۔ لیکن جب تک یہ روشنی اخلاقی شعار اور مذہبی شعار پر نہ پڑے اور ان سے ممکن کر کے دکھاوے۔ تب تک اسے وہ کمال حاصل نہیں ہو سکتا جس کی ضرورت ہے۔ تعلیم قواعد کا مجموعہ ہے اور اخلاقی سبق کل ہیں۔ صرف علم کام نہیں دیسکتا۔ عمل کی سخت ضرورت ہے۔ سوچو اور سمجھو۔ سیاسی قانون نے تمہارے افعال اور اعمال کی کہاں تک درستی کی ہے اور تمہارے ذاتی نکاح سے تمہارے دیگر ابنائے جنس پر کیا اثر ڈالا ہے۔ ہم میں سے ایک دوسرے کے واسطے ایک نظری قانون ہے۔ کیا اس صورت میں ضرورت نہیں کہ ہم میں اچھی نظیریں پائی جاویں

(میرزا سلطان احمد)

سچائی کا اظہار

کارخانہ کو نیک نامی سے بچانے کیواسطے صرف ایک عمدہ ذریعہ ہو کہ ہر ایک دوا کا نمونہ صرف کارخانہ میں مفت بھیجا جاتا ہو (نسخہ جاندی کی گولیاں) جو اعلیٰ درجہ کی مقوی دل و دماغ و معدہ و باہ۔ اور مصفّی خون ہیں اور جوان اور بوڑھوں کیلئے مفید اور ہمیشہ کی بے اعتدالیوں کو رفع کرتی اکسیر ہیں۔ قیمت حبوب کا بکس دو روپیہ ۲ آنہ۔

(نقل مراد) یہ ایک نہایت نفیس عمدہ قسم کی شربت ہے جو کہ مشک و عنبر و مقویات ادویات و میوہ جات سے تیار کر کے تیار کیگئی ہے جو حلق سے اترنے سے اپنا اثر دکھاتا ہے اور قوت و ہیجان و مسرت و احتلام وغیرہ کو دور کر کے جست و چالاک بنا دیتی ہے اور مقوی دل و دماغ و معدہ و جگر ہے ان اعضاؤں کو تقویت و کیفیت صالح پیدا کرتی ہے واسطے آزمایش ایک بکس خوراک ایک روپیہ بکس بارہ خوراک بڑا بکس ۲۴ خوراک عدد۔ بکس کلاں جو ایک آدمی کو کافی ہو گا

المشتہر

حکیم سرفراز حسین و حکیم محمد حسین مالکان کارخانہ امرت سر

خالق اور مخلوق (گذشتہ اشاعت سے آگے)

کفران نعمت بھی ہے۔ اس خیال ناقص سے عالم ہست و بود کا تمام کارخانہ اور قدرت حق کے تمام مظاہر جن کا تعلق اس دنیا اور دنیا کی مخلوق کے ساتھ ابدی طور پر قائم ہو چکا ہے (نعوذ باللہ) مہمل اور بے معنی ماننا پڑیگا۔ جو اس خدائے واحد اور خالق عالم کے سامنے ایک طور کی کھلی گستاخی اور فاش غلطی ہے۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔

جب یہ تسلیم ہو چکا ہے کہ خدا کا کوئی کام اور اسکے کسی کام کا کوئی ارادہ اور اسکے ارادہ کا کوئی منشاء خالی از مصلحت نہیں ہو سکتا تو پھر ایسے بعید ہے انسان کی ایسی کوتہ خیالی پر افسوس کے سوا اور کیا کہا جائے۔ جو شخص اپنا وجود عملاً خود ہی عدم کے برابر بنا کر تمام عمر بیابان کی طرح بلا دان سے بھی زیادہ پست حالت میں گذار دے کہ وہ کسطرح بھی خدا کا سچا فرمانبردار بندہ نہیں ہو سکتا اور ایسے پست خیال لوگوں کو اس خالق عزوجل کی مخلوق اور خصوصاً مخلوق انسانی سے کوئی نسبت نہیں اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ایسے افراد خلق کی یہ مکروہ فلاسفی محض انکی کم ہمتی آرام پسندی اور اس خالق اکبر کی آفرینش عالم سے عدم واقفیت کے سبب ہوتی ہے چونکہ انہیں اپنی اسطرح کی غلط اندیشیوں سے دنیا کے متعلقہ انتظامی امور اور حصول معاش کی راہ میں متواتر ناکامیاں ہوتی ہیں تو وہ مجبوراً محض نمایش کیلئے بعد دین ہی دین کا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں اور اپنے وجود کو مسعود دنیا داروں کے سامنے ایک ایسی مقدس صورت میں پیش کرتے ہیں جس سے دنیا کا بظاہر تنفر اور علیحدگی معلوم ہوتی ہو مگر خدا کے اٹل قوانین انہیں ہرگز آزاد نہیں کر سکتے لوازمات زندگی کی تمام تشنگی خود ہی انکی جان کے ساتھ ہوتی ہیں جن سے خود کو انسان کسطرح بھی جدا نہیں کر سکتا۔ کھانا پینا۔ پہننا اوڑھنا بچھونا ایسے لوازم ہیں کہ جنمیں کوئی بندہ بس لگئے اور ہوتے سامنے مجبور نہیں سکتا۔ وہی ہے بتقاضائے فطرت حصول معاش کی آرزو انکے دلوں دماغوں اور خیالوں پر مسلط ہوتی ہے لیکن ایک سیدھی راہ چھوڑ کر وہ دوسروں کی آس لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔ بعض اوقات وہ یہ کام اپنی مصنوعی مجذوبانہ تقریروں یا اپنے بنائے ہوئے مافوق بردہ داروں کی ناجائز کوششوں سے نکلتے ہیں ہوتے بیچارے دنیا دار بندوں پر طرح طرح سے ڈورے ڈالے جاتے ہیں جب کسی کو جاندار یا صاحب مقدور پاتے ہیں تو مسخر کرنے کیلئے عجب عجب ترکیبیں نکالی جاتی ہیں۔ دنیا مختلف طبائع سے بھری پڑی ہے اکثر ضعیف الخیال اور کمزور دلوں کے سیدھے سادھے لوگ انکی دم تحریر اور شان تقدس کا شکار ہو جاتے ہیں اور آخر ان کا یہ طریق عمل بھی رفتہ رفتہ صفحہ ثابت ہوکر وہ دنیا دار مرد و عورتوں کی گاڑھی کمائی انکی طرف خود بخود کھنچی چلی جاتی ہے جس دنیا سے اوروں کو نفرت دلاتے ہیں اپنی طرح طرح کی عجائب نمائیوں سے اسے خود حاصل کرتے ہیں نظام قدرت کا مستقل قانون انہیں آخر مجبور کرتا ہے اور آٹے دال کی فکر میں الجھے بغیر ان کو جینا محال ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ خالق کے سیدھے اور سچے فرمانبردار بنکر اپنی قوت بازو سے معاش پیدا کرنے کی کوشش کریں تو سارے معاملے صاف ہیں مگر افسوس ہے کہ ہمارے یہ مفلس اور مہذب دریوزہ گر اپنی ان پست خیالیوں کے ساتھ ہی ایک دوسرے محنتی بندوں کو بھی نکما کر ڈالتے ہیں اور ان کے زمرہ میں شامل ہوکر خدا کے تمام اوامر و نواہی کا خیال لوگوں کے دلوں سے اٹھ جاتا ہے۔ اپنی غفلت کو وہ ہشیاری اور خواب کو بیداری اور اپنے گناہوں کو ثواب سمجھنے لگ جاتے ہیں جسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ ملک اور قوم کے محترم گروہ اور معزز مخلوق انسانی کی جماعت میں ایک آرام پسند ناکارہ ذلیل گداگروں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے صدق و صفا، قناعت و عبادت محنت و مزدوری ہمت و مشقت سب کے چھوڑ کر کسی نکمی کی چھونپڑی میں گوڈے سے ٹیکے وقف ہو جاتے ہیں اس خالق عالم کے تمام انعام و اکرام اور اسکی عطا کردہ ساری دولتوں کو اپنی مہمل منطق سے بیکار سمجھ کر دنیا اور دنیا والوں کو وہ مردود کر دیتے ہیں لیکن سمجھا جائے تو اس خالق اکبر کے سچے قوانین اپنی جائز قبیل سے انکو برگشتہ دیکھکر خود انہیں دنیا سے مردود کر دیتے ہیں وہ دنیا کو نہیں چھوڑتے بلکہ خود دنیا ان کو ایک بیکار اور مکروہ فضلہ سمجھ کر پھینک دیتی ہے اور وہ دراصل خالق و مخلوق دونوں کے نزدیک معطل بیکھے ہوتے ہیں یہ سب عجائب توہمات میں خود کو وہ جو کچھ سمجھیں سمجھیں۔ مگر قانون قدرت کے سچے معیار سے عملی اور عقلی دونوں طریق پر انکی ہستی ناکارہ ہوکر دوسروں کا خون چوسنے کیلئے ریجاق ہے جس کا حق انہیں کسی طرح حاصل نہیں۔ انہیں اور ایسی ہی "بدنام کنندہ نکو نامے چند" کے باعث خدا کے نیک نفس اور حق شناس صالحین کی طرف سے بھی خلقت بدگمانی میں پڑ جاتی ہے۔

(مخلوق خالق کی) انسانی نوع کے جس فریق میں ایسے رمز شناس محنتی لوگوں کی کثرت ہو وہ کبھی خالق کے انعامات رحمانی سے فیضیاب ہوکر شادکامی اور فلاح کا مبارک درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس خدائے برتر اور خالق اکبر کی مرضی تو یہی ہے کہ مخلوق انسانی عالم ایجاد کے تمام سامان اور اسکی پیدا کی ہوئی تمام دولتوں سے اپنی محنت اور کوشش کے ساتھ مستفید ہوکر افضال یزدانی اور اعزاز رحمانی کی قابل ہو۔ امتیاز حق و باطل قائم رکھکر خود بینی اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصافاً دیکھا جائے تو اشرف المخلوقات کا معزز خطاب بھی حضرت انسان کو انہیں وجوہ کاملہ سے ملا تھا۔ کہ انسان اپنے حواس خمسہ سے کام لیکر خدا کی نعمتوں کا معترف ہو اور بغور دیکھے کہ اس خالق نے نوع انسان کیلئے دنیا میں کیا کچھ پیدا کیا ہے۔ اگر ہمارا علم و عمل اس کے خلاف ہے تو ہم شرافت خلق کے کسیطرح بھی حقدار نہیں ہو سکتے "ریل" اور "تار" کی مفید و نادر ایجادات کے علاوہ آج جسقدر عجائبات کا نقشہ دیکھا جاتا ہے یہ خدا کی اسی مخلوق کی محنتوں کا نتیجہ ہے جس نے اسکی عطا کردہ نعمتوں سے کام لیکر قانون قدرت کی پیروی کی ہے اور انکی ایجاد کردہ اشیاء سے معاش کیلئے آسودگی اور ادنےٰ و اعلےٰ امیر و غریب سلطان و گدا ولی اور مرسل تک مجبور ہیں۔ جبکہ کشف القلوب صاحب کہیں کا سفر کریں تو فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیکر سیکنڈ کی گدی دار گاڑی میں خوشنما تختے پر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کا مخلوق کی بنی ہوئی ہزاروں چیزیں ان کے تصرفات میں آتی ہیں جن کے انکشاف حال پر انہوں نے کبھی غور نہیں کیا انہیں ریل میں بیٹھے ہوئے انجن کی ترکیب اور ساخت کو دیکھ دیکھ کر خود تعجب ہوتا ہوگا کہ یہ کیا بلا ہے جو ہمیں اڑائے ہوئے لیجا رہی ہے اور کبھی پاس سے گذرتی ہے تو شن ساہی لگ رہ جاتا ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھکر تو ہمارے ادراک کا حال ہے پھر جائیکہ کہ ہم اس خالق عالم اور معبود پاک کی خلقتوں کے سمجھنے کا دعوے کرسکیں اور اس کے بستہ ذاتی اور صفاتی اسرار کو پورے طور سے سمجھ لینے کا دم بھریں۔ ع

تو بذاتی حکمت لقمان را
کے شناسی حکمت رحمان را

مگر کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم قدم قدم پر چشم بصیرت سے اس کے مظاہر قدرت کی نیرنگیاں دیکھکر اسکی ذات و صفات کے قائل ہوں یہی سب سے بڑا اور بہتر درجہ عرفان ہے۔ بالفرض اگر وہ ذات صمدانی انسانی آنکھ سے مشاہدہ کے قابل کھلے طور پر جیسا بعض نے سمجھ رکھا ہے۔ ہوتی تو موسے طور کی تجلیوں پر ... بیہوش نہ پڑے رہتے۔ ع

شنا سکتے ہے تیری برق تجلی کا نشان رہنا
کر اس کلی پہ کوئی بھی نظر ٹھہر نہیں سکتا

فی الجملہ اس خالق علیم نے اپنے اسرار کو جن اصولوں اور قاعدوں پر رکھا ہے اسکی تمیز پھاڑ میں پڑنا اور اس کے ذاتی رموز کے پیچھے بعید از قیاس گورکھ دھندوں میں الجھنا انسان کا حد اعتدال سے بڑھنا ہے۔ ع

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

ہم اگر ایسے ہی باریک بین اور دقیقہ فہم ہوں تو ہمارے لئے ذرات کے معنی شناورانہ بیں سیکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں ایسی پا افتادہ ایسی باتیں ہیں جنکو سمجھ کر مفید نتائج مرتب کرنا ہمارا پہلا فرض ہے تو ان جمادات کی طرح ایک حالت پر بار زمین بنکر پڑے رہنا انسانی شان شرافت کے بالکل منافی ہے تمام عالم اور عالم کی تمام مخلوق میں تدریجی ترقیات کا سلسلہ پایا جاتا ہے۔ آج سے دو ہزار برس پہلے نوع انسانی کی کیفیت جو کچھ تھی وہ زمانہ حال میں نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ آئندہ دو ہزار سال تک انسانی تحقیقات اور کوششوں کا نتیجہ حضرت انسان کو کس اوج ترقی پر پہنچائے۔ اس خالق عالم نے اپنے تمام کاموں کو جیسے وسیع پیمانہ پر پھیلا رکھا ہے کہ انسان صفات انسانی کے ساتھ اس خالق اکبر کے دیئے ہوئے ادراک اور عقل سے دنیا میں جسطرح کا بیان چاہے حاصل کر سکتا ہے گو یہ امر بادی النظر میں محال معلوم ہوتا ہو مگر ناممکن نہیں انسان کو اس بارگاہ کبریائی سے اس جسدی ہیئت و حالت کے ساتھ ترکیب اعضائی اور حواس خمسہ کا ایک ایسا بیش بہا گنجینہ عنایت ہوا ہے کہ جس سے انسان بکار کام لیا جائے تو خدا کی عجیب عجیب قدرتیں ظہور میں آتی ہیں۔ (فتبارک اللہ احسن الخالقین) ہم جن سے اس معبود واحد کی شان خداوندی کے بے پایاں افضال کا علم الیقین نہیں بلکہ حق الیقین حاصل ہوتا ہے انسان اگر سارے کام چھوڑ کر اپنی آفرینش اور اس خالق اکبر کی وجہ ایجاد کو صرف ایک کنج عزلت ہی کی علت غائی سمجھ لے تو پھر یہ تو ایک طرح کی اخلاقی اور روحانی کمزوری اور ناجائز دور اندیشی شمار ہو سکتی ہے جو اس خالق عالم کے قوانین قدرت کے لحاظ سے ہمیں اشرف المخلوقات ہونے کا مستحق ہرگز نہیں بنا سکتی۔ اسوقت ہم کو محمد شاہ رنگیلے کی بزم نشاط کا وہ نقشہ جو اس نے نادر شاہ درانی کیلئے تیار کرکے نادر کو محظوظ کرنیکا سامان مہیا کیا تھا یاد آگیا ہے اور اس نازک ادا بذلہ سنج رقاصہ کی وہ رباعی اپنے اس خالق و مخلوق کے متعلقہ مضمون کے لحاظ سے کھٹک گئی ہے جو بغور سمجھا جائے تو واقعی درست ہے۔ خدا کو جو نسبت اور تعلق بندوں سے ہے یہ رباعی گویا اسی کا خلاصہ ہے ع

من شمع جان گدازم تو صبح دلکشائی
سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکیت چنینم و دور آنچنانکہ ہستم
نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

واقعی اس ذات واحد کی کچی محبت کے وقت یہی حال انسان کا ہوتا ہے جو کہ اس خالق حی القیوم کی مہربانیاں مخلوق عالم میں ایک مایہ الامتیاز شان رحمانی کے ساتھ سب پر مبذول پائی جاتی ہیں اس نے اپنی کامل حکمتوں اور قدرتوں سے دنیا کے وسیع میدان پر جو جو اسرار و عجائبات مخفی اور جلی طور پر رکھے ہیں یہ سب انسان ہی کے روحانی اور

ایک عیسائی اور آریہ کا مباحثہ

کشف الحقایق کے ایڈیٹر پادری حسام الدین کا ایک آریہ پنڈت سے ایک مباحثہ ہوا ہے جسے ہم ذیل میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے دیتے ہیں۔ ایڈیٹر

(کیا دنیا نا متناہی ہے؟)

ہنڈارہ کے سفر میں مزید آسایش کیلئے ہم اپنا ریلوے کمپارٹمنٹ چھوڑ کر تھوڑی دیر کیلئے ایک اور کمپارٹمنٹ میں گئے۔ ہم نے دیکھا کہ چار پانچ ہندو اور ایک مسلمان پنڈت جی کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں اور پنڈت جی انہیں سمجھا رہے ہیں کہ دنیا (مادہ) غیر محدود ہے۔ انکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے

۱ مادہ یعنے دنیا غیر متناہی ہے۔
۲ مادہ اپنا خالق آپ ہے۔
۳ مادہ بذات خود قایم ہے۔
۴ مادہ میں قوت فاعلی اور قوت انفعالی بالذات موجود ہے۔

میری طبیعت نا توان تھی اور پنڈت جی اپنے سامعین کو ایسے راہ پر لیجانے کی کوشش کر رہے تھے جو غلط تھی۔ میں نے خیال کیا کہ طبیعت سے صداقت اعلیٰ ہے پس ادنے چیز کی حفاظت کیلئے اعلیٰ چیز کا اظہار نہ کرنا اپنی طبیعت کی پوجا کرنا ہے۔

جب پنڈت جی کی تقریر ختم ہو چکی۔ میں نے سوال و جواب کے پیرایہ میں ان سے مباحثہ شروع کیا۔ ہم ذیل میں صرف انہیں دلائل کو لکھینگے جن پنڈت جی کی تردید میں ہم نے بیان کیا تھا۔

پنڈت جی نے کہا کہ مادہ یعنے دنیا نا متناہی ہے۔

۱۔ یاد رکھو کہ آریہ کے نزدیک وہ دنیا کی ابتدا ہی نہیں ہے یعنے دنیا قدیمی اور عدم سے وجود میں نہیں آئی مگر پنڈت جی نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ بغیر علت کے معلول نہ ہوگا یعنے علت مقدم ہوگی اور معلول اس کے بعد۔ علت موجود بالفعل ہوگی تو معلول بھی موجود بالفعل ہوگا۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ عالم میں سلسلہ علت و معلول غیر متناہی ہے تو محال ہے کیونکہ غیر متناہی متناہی میں نہیں آ سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ کل جزو سے بڑا ہے پس کل کی گنجایش جزو میں نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں معلول کا ازلی اور ابدی ہونا محال ہے۔

بتاؤ ازل اور ابد سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اور زمانہ تم کسے کہتے ہو؟ فرض کرو زمانہ ایک خط ہے اور زمانہ کو دو سرے محدود میں یعنے اور سرے پر جا کر پیچھے ختم ہو گیا ہے۔ زمانہ کا دوسرا نام موجودات یا مادہ ہے۔ زمانے کے اوپر کا سرا اور جس کو انتہا نہ ہو وہ ازلی ہے وہ نہ آنے کے پیچھے اور نہ دو اور جس کو انتہا نہ ہو وہ ابدی ہے

۲۔ اگر غیر متناہی کا وجود ممکن ہو تو ہم ایسے دو خط غیر متناہی کے فرض کرتے ہیں کہ جو ازل کی جانب شروع کرکے ابد کی جانب کھینچے جا دیں تو طول اپنے غیر محدود دوری تک دونوں خط برابر ہونگے گو آپ کی یہ دلیل بظاہر دلکش ہے مگر اب فرض کرو کہ ایک خط کے آغاز سے ہم ایک گز کا ٹکڑا قطع کرلو تو اسکی کمی کی کمی سے تمہیں نگی کی اگر نگی گی تو منتہی ہونا لازم آیا اگر نگی گی تو جزو اور کل برابر ہونگے اور یہ محال ہے۔

۳۔ اب فرض کرو کہ دو شخص برابر کھڑے ہیں اور دونوں کے ہاتھ میں پتھر ہیں اور دونوں ان دو پتھروں کو پھینکیں گے تو ضرور ہے کہ ایک آگے گرے گا اور دوسرا پیچھے۔ ابدیت کی جانب میں جا کر ایک پتھر کے گرنے کی حد محدود ہوگی ہے اور یہ نسبت اس کے دوسرے پتھر کی حد غیر محدود۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے پیراگراف اول میں دو خط غیر متناہی فرض کرکے غیر محدود دوری تک پہنچایا ہے آپکا یہ مفروضہ جو ایک خط کی نسبت ہے پتھر کی مثل سے غلط ثابت ہوتا ہے چونکہ دونوں پتھر بالکل مساوی ہیں گئے مگر دونوں شخصوں کی طبعی قوت مساوی بھی اور نہیں ہو سکتی اس لئے آگے پیچھے گرے۔

۴۔ آپ نے خدا اور مادہ (زمانہ) دونوں کو نا متناہی یعنے ازلی اور ابدی تسلیم کر لیا ہے مگر آپ خدا کو مخلوقات کا خالق تسلیم نہیں کر سکتے۔ پس جتنی صفات خدا میں ہیں وہ مادہ میں بھی ہونگی مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں اور ثابت کر سکتے ہیں کہ مادہ میں وہ صفات نہیں ہیں جو خدا میں ہیں۔ ذات باری میں علم۔ ارادہ۔ حیات۔ محبت۔ شعور اور قدرت ذاتی ہے۔ پس آپ نے ازل کے خط کو پیراگراف اول میں غیر متناہی فرض کیا ہے مگر صفات وہ نا متناہی نہیں ہیں بلکہ بے حس و حرکت مثل جمادات کے ہے اور جو مثل جمادات کے ہے وہ اپنا خالق آپ نہیں ہو سکتا۔

۵۔ ق ب

اب فرض کرو کہ ہم نے ایک خط طولی کھینچا اور خط طولی کے آغاز کا نام ہم نے ۱ رکھا اور دوسرے نا متناہی جانب کا نام ب۔ اب ہم ایک گز آگے بڑھے اور خط طولی پر ایک نقطہ لگا دیا اور اس کا نام ہم نے ق رکھا۔ پس ق کی وجہ سے خط طولی کے دو قطع ہو جاوینگے ۱ و ق اور ۱ اور ب کے خط مرکب ہونگے۔ اب یہ کہو کہ قانون ریاضی (جومیٹری) کی بنا پر ہر خط مستقیم دوسرے خط مستقیم پر منطبق ہو سکتا ہے۔ اب تم خط ق اور ب کو اور ۱ اور ب کے خط سے منطبق کرو تو دونوں خط مساوی رہیں گے یا کم و بیش۔ خط طولی کو ۱ اور ق سے قطع کرنے سے کمی کی گئی کو نگی اگر نگی گی تو منتہی ہونا لازم آیا اور اگر نہ نگی گی تو علم ریاضی کے رو سے کل اور جزو برابر ہوئے اور یہ محال۔ اب یہ کہو کہ ۱ اور ب کل اور ق اور ب جزو بہ مقدار محدود کے سبب کل سے بڑا ہے گا۔ مقدار محدود پر بڑھنے والی مقدار بھی محدود ہوا کرتی ہے۔ پس ۱ اور ب کا خط بھی محدود ہے گا جس کو آپ نے نا متناہی تسلیم کر لیا ہے۔

آپ دنیا کو ازلی اور ابدی بتاتے ہیں علم ریاضی کے رو سے یہ خدا اور دنیا دونوں کا ازلی اور ابدی ہونا ایسا ہے جیسے کل اور جزو کو مساوی تسلیم کر لینا ہے۔

۶۔ ہماری پانچویں دلیل ختم ہونے پر پنڈت جی نے فرمایا کہ تمہاری کل سے مراد غیر محدود اور جزو سے مراد محدود ہے۔ مگر درحقیقت کل اور جزو کوئی چیز نہیں ہے جسے تم کل کہتے ہو اجزاء صغاریکی مواصلت سے بنا ہے اور اجزاء صغاریکا نام مادہ ہے جس میں قوت وصلی اور قوت کشش موجود بالفعل ہے۔ فرض کرو کہ یہ نقطے .... اجزا ہیں اور اپنی قوت کشش سے ہر ایک نقطہ دوسرے نقطے کے ساتھ پیوند ہو گیا ہے پس جزو سے کل بنجاتا ہے۔

پنڈت جی کی یہ دلیل پہلے تو ہم کو شاندار نظر آئی مگر ذرا غور کرکے دیکھا تو وہ غلط تھی ہم نے پنڈت جی سے کہا کہ گو آپکی دلیل عالی ہو مگر اس سے مادہ یعنے مخلوقات کی ازلیت اور ابدیت ثابت نہیں ہوتی صرف مادہ کے خواص ثابت ہوتے ہیں اور یہ ایسے بدیہی ہیں جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

ہم نے اب تک ۵ دلیلیں پیش کی ہیں جن سے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ ہم نے دنیا کو متناہی۔ محدود اور مخلوق ثابت کر دیا ہے۔ جب تک کہ ہماری دلیلوں کے مقابلہ میں آپ نئی دلیلیں نہ فرماوینگے اور ہمارے دلائل کی تردید نہ کرینگے ہمارے دلایل واجب التسلیم ہونگی۔

۷۔ ہم نے پنڈت جی سے کہا کہ ہم اس سے خوش ہوئے کہ آپ نے مادہ کے خواص پر ہمیں توجہ دلوائی۔ خوشی اسلئے ہوئی کہ ہمیں بھی مادہ کے خواص کی نسبت چند باتیں یاد آگئیں۔ گو آپکو ان کے تسلیم کرنے میں تامل ہوگا مگر شائقین ان پر غور کریں گے تو ان کی صداقت کا پتا آپکو معلوم ہوگا

جن لوگوں کو علم طبیعیات یعنے نیچرل فلاسفی سے دلچسپی ہے وہ جانتے ہیں کہ علمائے علم طبیعیات نے بار بار کے تجربے اور مشاہدے سے ثابت کیا ہے کہ مادہ بیجان اور قابل لمس ہے (یعنے اسمیں قبول کرنے کی قوت ہے) اور جو شے قابل لمس ہے (جس کا بیان ۳ پیراگراف میں ہے) وہ اپنے آپ کو ہرگز پیدا نہیں کر سکتی۔ پس مادہ کی آفرینش کے لئے علت کا ہونا لازمی ہے۔ علت سے مراد خدا ہے جس نے معلول (دنیا) کو پیدا کیا۔ علت معلول سے جدا نہیں ہوتی اور جب جدا ہوگی تو معلول کا وجود نہ رہے گا۔ فرض کرو کہ ہمارے قوائے طبعی (حاسہ۔ جاذبہ اور ماسکہ) علت ہیں اور جسم معلول ہے پس علت موجود ہے تو معلول قایم ہے اور علت نہ رہیگی تو معلول فنا ہو جائیگا اب آپ کو ایک اور امر کی طرف توجہ دلایا چاہتا ہوں اس سے ان باتوں کو طول نہیں دیا چاہتا۔

۸۔ آپ نے ۶ پیراگراف میں چند نقطے ساتھ ملا کر جزو سے کل بنا دیا ہے اور آپ کے نزدیک کل متصل ہے اب ہم کہتے ہیں کہ کل جو خط طولی کو نقطوں کے پیوند ہونے سے بن گیا ہے۔ اس سے ایک نقطہ قطع کرو اور دیکھو اس میں عرض۔ طول اور عمق ہوگا۔ اب خط طولانی۔ عرضی اور عمقی کو نہایت ہی وسعت دو اور علم طبعی کے اصول سے دیکھو کہ وہ کہیں نہ کہیں ختم کر محدود ہو جاتے ہیں پس جو خط محدود ہو جاتے ہیں ان کا غیر محدود ہونا محال ہے۔ اور آپ کے مفروضہ خط طولی کے جزو ہو سکتے ہیں اور جس کے جزو ہو سکتے ہیں وہ نا متناہی نہیں ہو سکتا۔

۹۔ اب اندھیری رات میں نکلو اور آسمان کو دیکھو روشن اور مدہم ستاروں کے جھرمٹ میں کہکشاں ستاروں کا ابر سا نظر آئے گا جو پاس پاس ہم دیکھتے ہیں اور جسکو ہم کہکشاں کہتے ہیں کہکشاں کا ہر ستارہ جسامت اور حرارت میں ہمارے آفتاب کے ہم پلہ ہے۔ ہمارے آفتاب کے گرد چھوٹے چھوٹے سیارے اور ہماری زمین بھی جو ایک سیارہ ہے طواف کرتے ہیں کہکشاں کے قطر میں اگر روشنی دو لاکھ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلے تو کئی برس میں اپنا سفر طے کرے گی۔ پس ہمارے آفتاب کا نظام کہکشاں کے نظام سے بہت چھوٹا ہے۔ گو کہکشاں کا پھیلاو نہایت وسیع ہے مگر علم ہیئت (اسٹرونمی) کے عالم کہتے ہیں کہ باوجود کہ کنارہ دور کی کہیں نہ کہیں پہنچ کر وہ بھی محدود ہو گیا ہے پس جو شے محدود ہے وہ غیر محدود نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔ اب نظام فلکی کی وسعت کے مقابلہ میں جزو لا یتجزیٰ کو دیکھو اور مثال کیلئے نمک کو انتخاب کرو۔ یورپ کے علمائے کیمیا (کیمسٹری) نمک کو اس درجہ تک حل کرتے ہیں کہ اس کے اجزا غایت درجہ تک دقیق ہو جاتے ہیں۔ اور کلورائن اور سوڈیم کو جن سے مرکب ہونے سے نمک بنا ہے الگ کرتے ہیں۔ ان دونوں کا ہر ایک جزو فرد جوہر ہوگا یعنے جزو لا یتجزیٰ ہوگا جو تقسیم ہو سکے۔

اب نہایت ہی خورد بین سے دیکھو کہ جو مادہ سے مرکب ہو۔ کلورائن اور سوڈیم کے نہایت دقیق اجسام میں بھی ابعاد ثلاثہ یعنے طول۔ عرض اور عمق کا عمل ہے۔ پس جو فرد جوہر محدود ہیں ان کا غیر محدود ہونا محال ہے

۱۱۔ خلا جس کو آپ کل سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو نا متناہی بتاتے ہیں علمائے طبعی نے اس کو مسامات سے تعبیر کیا ہے۔ علمائے نیچرل فلاسفی (طبعی) اور علمائے علم ہیئت کی تحقیقات میں اجرام فلکی ہیں یا ہماری دنیا کے اجسام ہوں مسامات میں ساکن میں یا متحرک یا سیال ہیں۔

باقی آیندہ

ہمارے قومی جلسے عمل میں کیوں قاصر رہتے ہیں؟

الحکم کے مقاصد و اغراض گو اسلام اور احمدیت پر حاوی ہیں لیکن آجتک ہم نے مسلمانوں کی دوسری قومی تحریکوں میں بہت کم حصہ لیا ہے اور اگر کبھی کچھ لکھا ہے تو اسی دائرے کے اندر جہانتک وہ سلسلہ عالیہ کے متعلق تھا مگر ہم سمجھتے ہیں کہ چونکہ الحکم کا اور اس سلسلہ کا جس کا وہ خادم ہے یہ مقصد عظیم ہے کہ مسلمانوں کی اندرونی کمزوریوں کی اصلاح کیلئے سعی کرے اور ان کو حقیقی مرکز پر جمع کرنے کی تحریک۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان تحریکوں کے مفید یا غیر مفید یا ان کے نقائص اور کمزوریوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار نہ کریں اسلئے ہم اس امر کو بھی اپنے مقاصد کے ماتحت سمجھتے ہیں مثلاً جہاں ہم ایک طرف مسلمانوں کے لئے یہ عقیدہ بہت ہی برا سمجھتے ہیں کہ وہ مسیح ابن مریم کی غیر معمولی زندگی کے قایل ہوں یا کسی خونی مہدی و مسیح کا انتظار کریں وہاں یہ امر بھی ہمارے زیر نظر ہے کہ وہ کیا طریق اختیار کیا جاوے جس سے مسلمانوں میں حقیقی اسلام کی روح پیدا ہو کر انمیں وہی وحدت ارادی پیدا ہو جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھی اب اس مقصد کیلئے جو ذریعہ وہ اختیار کر رہے ہیں انمیں اگر کوئی نقص ہو تو بلا خوف لومۃ لائم اسے ظاہر کر دیں۔ اور اس امر کی پرواہ نہ کریں کہ اس پر ہماری مخالفت ہوگی یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے مخالف الرائے مسلمانوں کو خوش رکھ سکیں اسکی تو ایک اور صرف ایک ہی صورت ہے کہ انکی ہاں میں ہاں ملائیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں اور یہ بجائے خود خدا کے فضل سے ناممکن ہے۔ پس ہمیں اپنی خیر خواہی کی بنا پر اور حسب الارشاد نبی علیہ التحیۃ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ انکی کمزوریاں ظاہر کرنی ہونگی۔

یہی وجہ ہے کہ مندرجہ عنوان پر کچھ ریمارک کرنا چاہتے ہیں۔ اس عنوان سے تالیف و اشاعت لاہور کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار میں ایک آرٹیکل لکھا ہے۔ اس آرٹیکل میں حضرت مجدد اعظم مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا بھی ذکر آگیا ہے اس لئے بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم مقابلہ کرکے دکھائیں کہ آج کل کی قومی تحریکوں اور عالی جناب مسیح موعود کی مذہبی تحریک میں کیا فرق ہے؟

اپنے مجوزہ آرٹیکل کے لکھنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب کا وہ آرٹیکل درج اخبار کر دیا جاوے۔ پھر اس پر ضروری ریمارکس کئے جاویں۔ ایڈیٹر۔

ہماری قوم میں یوں تو بہت سے جلسے اور جلسیاں ہوتی ہیں۔ لیکن بڑا عظیم الشان قومی جلسہ صرف ایک ہے۔ جس کا نام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ہے جیسے نامور اور جلیل القدر شخص نے اس کی بنیاد رکھی۔ ویسا ہی جلیل الشان اور نام و نمود کا وہ جلسہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد پورا جلسہ نہیں تو خیر ادنا پونا ندوۃ العلما کا جلسہ ہے اور لوکل احباب کی خاطر حمایت اسلام کے جلسے کو بھی نصف قومی جلسہ سمجھ لیں تو کچھ چنداں مضایقہ نہیں۔ غرض یہ سوا دو جلسے ہماری قوم کے وہ جلسے ہیں جو مردہ مسلمانوں کے لئے ہمارے بزرگ عالم مولانا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بھی بڑھکر دعوے احیاء رکھتے ہیں۔ ہم نہ صرف مرزا صاحب ممدوح بلکہ سب قومی لیڈروں کی مسیحائی تسلیم کرنے کیلئے طیار ہیں بشرطیکہ وہ تمام قوم اہل اسلام کو تو کیا۔ ان سے کسی ایک گھر کے آدمیوں کو نہیں صرف ایک مردہ مینڈک کو ہی زندہ کرکے دکھادیں لیکن واقعی بات یہ ہے کہ اس معزز طایفہ نے اب تک اپنی کوئی مسیحائی نہیں دکھائی۔ اور اسراف جہد و ہمت و اتلاف دولت قومی کیساتھ کوئی مفید نتیجہ ہمارے قومی جلسوں کا نہیں ہوا جو بزرگ ایسے جلسوں کے شیفتہ و فریفتہ ہیں وہ ہمارے اسقدر ریمارک پر بہت جلد اس امر کے ثبوت کے لئے مستعد ہو جائینگے اور ان قومی اخراجات کو اسراف و اتلاف سے تعبیر کرنا سخت غلطی ہے اور وہ ان اخراجات کے مقابلہ میں قومی اتفاق و اتحاد اور قومی کاموں کے جوش اور قومی مجالس و مجامع کا وجود اور انکی روز افزوں ترقی پیش کرکے ہم سے پوچھینگے۔ کہ کیا یہ امور اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اخراجات مذکورہ کا بدل معقول متصور ہو سکیں؟

ہم علی الاعلان ثم الاعلان کہتے ہیں کہ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اور پھر ہرگز نہیں۔ ان جلسوں نے ہم میں کوئی حقیقی قومی جوش پیدا نہیں کیا بلکہ اگر کچھ پیدا کیا ہے تو ریاکاری۔ مکاری۔ حسد۔ نا اتفاقی۔ اگر ہماری بدنصیب قوم میں کچھ تھوڑا بہت خلوص اور صدق نیت تھا بھی ان جلسوں کے منتظمان نے ہم میں سے اس خلوص کو کھرچ کھرچ کر نکال دیا ہے۔ ہر صوبہ اور ہر شہر میں انجمنیں اور سوسائٹیاں مقابلی پارٹیاں بن گئیں ہیں جنہیں ہم کسی معنی میں قومی مجالس نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ وہ دنگل اکھاڑے ہیں۔ جنمیں منتظمان قوم اپنے اپنے داؤ پیچ کھیلتے اور اپنے حریفوں کو نیچا دکھانے کی گھات میں رہتے ہیں۔ ان اکھاڑوں کی حرافی نے اگر بے انتہا سرمایہ قومی تباہ کرکے چار کوڑیاں جمع کرکے دکھائیں اور علی گڑھ کالج کے بورڈنگ ہوس میں چند اڈے لگا دیئے تو کیا ایسے کاموں کو قومی سرمایہ کا بہترین استعمال کہہ سکتے ہیں؟ کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون۔

لیکن ہم اس بحث کو طول دینا چاہتے اور بطرز تنزل مان لیتے ہیں کہ ان جلسوں نے کچھ کیا بھی ہے۔ لیکن جب اس روپیہ کا جو چندہ وغیرہ کی شکل میں [illegible] کرکے دیکھی جائیگی۔ اور جو قوم کا روپیہ خود برباد ہو کر اس اقل قلیل منافع کو جسکی شکل میں کھینچ کر لایا ہے اس کا حساب کیا جائے گا تو چار و ناچار تسلیم کرنا پڑے گا کہ [illegible]۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا۔ کہ درحقیقت سرمایہ قومی کل طور پر برباد ہو کر خاک خالص نہیں ہوگیا۔ بلکہ اس خاک میں چند ذرے چاندی سونے کے جھلملاتے نظر آتے ہیں۔ شاید کسی شخص کی تسلی ان ذرات چمکدار سے ہو جائے مگر ہماری تسلی تو نہیں ہوتی۔ ہمیں تعصب و طرفداری سے علیحدہ ہو کر اور قوم اور مجالس قوم دونوں کے حق میں جس قدر ممکن ہو پورا انصاف کرنا چاہئے ہمیں اپنی تہیدست قوم کے افلاس پر نظر کرنی چاہئے کہ امیر غریب تک کے گھروں کی کیا حالت ہے جو لوگ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی مقدرت نہیں رکھتے۔ جو اپنے اہل و عیال کو پورا نان و نفقہ نہیں دے سکتے۔ جو اگر اپنی جان کی حفاظت کا حق کما حقہ ادا نہیں کرتے انہیں کیا کچھ سخت جگر چبانا پڑتا ہوگا۔ کہ وہ قومی میں چندے دیتے ہونگے جو روپیہ اس طرح ہماری مفلس قوم کے گاڑھے پسینہ کی کمائی کا ہے۔ کیا اسکی پائی پائی اور کوڑی کوڑی کے مصرف کو دیکھنا اور اس کے منافع کا حساب لینا ہمارا کام نہیں؟ قوم کو حق ہے کہ وہ دریافت کرے کہ اس بیس سال کے اندر کتنا روپیہ لوگوں سے لیا گیا اور اس کا بدل فی الخارج اسوقت کتنی مالیت کا موجود ہے۔ اس بدل فی الخارج کے سوا ان فوائد زوائد پر بھی بخوبی غور کر لیا جائے جنہیں ہمارے قومی لیڈر بڑے فخر سے بطور نکات و لطایف قومی ہمدردی کے بیان کرتے ہیں۔ یعنی چند نہایت خوشنما تجویزوں یا رزولیوشنوں کا پاس ہو جانا اور ان کے مجموعوں کا چھپ کر ہمدردان قوم کی میزوں پر جا پہنچنا۔ پوچھنا چاہئے کہ یہ رزولیوشن اسی غرض سے پاس کئے جاتے ہیں کہ وہ نہایت خوشنمائی سے چھپ کر زینت دہ میز کمرہ ہوں؟ ان رزولیوشنوں نے کتنا قومی ادبار دور کیا؟ ان رزولیوشنوں سے قوم کو کیا فائدہ پہونچا۔ قوم کو کتنا [illegible] بے انتہا روپیہ خرچ کرکے ہر سال جو عالیشان منڈوے بنائے گئے۔ اور ان میں بڑے کروفر سے مسند صدر کے پلیٹ فارم سجے تھے تمام خوشنمائیاں آج کونسی یادگار اثر قوم کے دل پر چھوڑ گئیں؟ ہماری نظر میں تو ان قومی کارناموں کی وقعت آتشبازی کے تماشے سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ رہا کہ اس پلیٹ فارم پر جو رزولیوشن پیش ہوئے وہ ایک ایک سے بڑھکر خوشنما اور دلربا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کا منڈوے میں گونجنا۔ یا کانفرنس کی رپورٹ میں درج ہونا یا مجوزوں کے دل و دماغ یا وہم و خیال میں رہنا ان سب میں درج ہونے میں نفس الامر کے لحاظ سے کیا فرق ہے؟

جسطرح عقاید دین میں اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب کی ضرورت ہے اسیطرح عقاید ملت قومی میں تجویز باللسان کے ساتھ تصدیق بالعمل کی اشد ضرورت ہے۔ مگر ہماری قومی تجاویز میں تصدیق بالعمل کا نہ ہونا ایک ایسا مشہور آفاق نقص ہے جسکی طرف بارہا بڑے بڑے لائق بزرگوں کی توجہ مبذول ہوئی۔ مگر سوا اس کے کہ اس نقص پر بھی افسوس کا ایک رزولیوشن باللسان پیش کر دیا گیا۔ اور کوئی تدبیر اس عیب کو دور کرنے کی نہیں کی گئی۔ اور اگر کیگئی ہے تو وہ کارگر ثابت نہیں ہوئی۔ اس نقص نے ہمارے مجالس قومی کو مضحکہ بنا اور ہماری کوششوں کو غیر مؤثر اور قومی سرمایہ کو سراسر اکارت اور مسلمانوں کو ہندوستان بھر میں بدنام کر رکھا ہے۔ ہم نے جب سے اس نقص کو پورے طور پر محسوس کیا تب سے اپنی شمولیت کو نہ صرف جلسے کے لئے غیر مفید بلکہ اپنے کاروبار کے لئے مضر اور تضییع اوقات سمجھ کر علیحدگی اختیار کر لی۔ ہر سال لوگ اپنے قلمی قومی جوشش سے لبالب لبریز ہو کر اس جوش و خروش سے جلسوں میں جاتے ہیں کہ گویا ان کا قومی جوش چھلکا پڑتا ہے۔ مگر ہم جہانتک ہی اپنے کلبہ احزان میں اخباروں کے ذریعہ سے ان قومی دنگلوں کا ایک کنارہ نشین نظارے کی طرح دور بیٹھے ہوئے تماشا دیکھتے ہیں۔ ہم نے یہ کنارہ کشی نہ صرف محمڈن کانفرنس سے اختیار کی ہے۔ بلکہ لاہور کے لوکل جلسوں کی شمولیت سے بھی سوا کسی سخت مجبوری کے حتی المقدور احتراز کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ علیحدگی قرب و بعد مسافت پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ سود مندی و غیر سود مندی کے اصول سے علاقہ رکھتی ہے۔ اس علیحدگی سے شاید کوئی فائدہ ہمیں نہیں تو ہماری رائے کے پڑھنے والوں کے لئے حاصل ہوا ہو یعنی یہ کہ اگر ہم ان مجالس میں سے کسی ایک مجلس میں شامل ہو کر کسی دوسرے کی نسبت نکتہ چینی کرتے تو شاید ہماری رائے کسی طرفداری و تعصب کے ساتھ مخلوط و مغشوش بھی جاتی۔ لیکن اس حالت میں کہ ہماری یہ رائے بے ہمہ و باہمہ ہے۔ اس رائے کی نسبت شاید اس قسم کے شبہات پیدا نہ ہو سکیں۔

ہماری رائے میں ان تمام خرابیوں کا اصلی سبب اور تمام فسادوں کی جڑ یہ ہے

جو اصحاب اس جلسے میں شامل ہوتے ہیں۔ ان میں سوا چند روشن ضمیر اصحاب کے زیادہ تر ایسے ہوتے ہیں جن کے دل خلوص و صدق نیت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ دور دراز فاصلے طے کرکے آتے اور [illegible] کے سر پر احسان کا بار رکھ کر ان پر چڑھاتے ہیں۔ اور نواب صاحب ممدوح بھی اپنے قومی منڈوے کو بلا تشبیہ مصداق حوالی من کی جانے عشق کا سمجھتے ہیں۔ لیکن غور سے دیکھو تو قومی ہمدردی کا خیال محض ایک ضمنی اور نہایت بالائی امر یا بالفاظ دیگر حفظ کرم و رواج کے اصول سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔ اصلی مقصود سفر کا تعطیلات کرسمس کی سیر و تفریح و ملاقات احباب مقامات جدید کے دیکھنے کا شوق۔ اور تبدیل آب و ہوا و حصول صحت کی فکر ہوتی ہے۔

اس کے بعد ایک اور بڑا اصول جو لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالتا اور جلسوں میں کشاں کشاں لاتا اور زبردستی شہدائے قوم کی فہرست میں نام لکھاتا ہے وہ یہ ہے کہ کاروبار والے لوگ خواہ وہ اہل تجارت ہوں یا اہل طبابت و اہل وکالت اکثر ان جلسوں کو اپنے لئے بہترین اشتہار گاہ سمجھتے ہیں۔ اور جس شخص کو اپنے شہر یا دیگر شہروں کی گلی میں بھی کوئی نہیں جانتا وہ اس جلسہ میں منتخب ہو کر اور رپورٹ جلسہ میں عنوانی امتیاز کے ساتھ جلی قلم سے اپنا نام درج کرا کر وہ شہرت حاصل کر لیتا ہے جو سول اینڈ ملٹری گزٹ یا پاینیر یا ٹائمز میں نہایت قیمتی اشتہار درج کرنے سے بھی حاصل نہ ہو سکتی۔

ایک تیسرا اور بڑا بھاری نقص ہماری مجالس میں یہ ہے کہ قومی کاموں کو نیابت عزت کا کام سمجھ کر ان کے لئے عموماً ایسے اشخاص تجویز کئے جاتے ہیں جو اپنے اپنے شہروں میں بلحاظ لوکل حالات کے عزت ریاست و امارت کے مرکز سمجھے جاتے ہیں اور یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جس سر پر پہلے سے کئی سہرے موجود ہوں اسی سر پر قومی کام کا کلگی سہرا بھی رکھا جائے چنانچہ ہر قومی کام کے لئے رؤسائے عالیجاہ رئیس شہر معزز عہدہ داران سرکاری ڈھونڈے جاتے ہیں۔ وہ [illegible] اور بھی دہوں تو کوئی کہہ سے بڑے عہدہ داران کے ہی سر رکھا جاتا ہے۔ خواہ وہ حقیقتاً اس کام میں خلوص دل سے دلچسپی لیتے ہوں یا نہ لیتے ہوں اور قابلیت اور مناسبت طبع رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایسے کاموں میں اپنی شمولیت کو محض ایک ذریعہ اعزاز سمجھتے ہیں۔ اور اس کو اپنے خطابوں کی فہرست میں ممبر فلاں و سیکرٹری فلاں درج کرکے بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔ اگر اس کار مفوضہ میں کامیابی نہ ہو تو نہ کبھی اس کا خیال آتا ہے اور نہ اس کی بابت انصاف میں ان سے کوئی شکایت کی جاتی ہے۔ اس لئے جو کام انہیں سپرد کئے جاتے ہیں وہ ادھورے رہتے ہیں اور انہیں کوئی ترقی نہیں ہوتی۔

بعض بزرگ ایسے بھی ہیں کہ خدا نے ان کو ریاست و امارت کی عزت بھی بخشی ہے اور قابلیت بھی۔ اور دل میں قومی درد بھی رکھتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا بھر کے قومی کام ان کے سر پر لد سکیں۔ ان کے کندھے اور ان کے سر محدود لمبائی چوڑائی رکھتے ہیں یہ کسطرح ممکن ہے کہ حد مناسب سے بڑھ کر ان کے سر پر کام کا بوجھ ڈالا جائے اور وہ سنبھال سکیں۔ اس لئے باوجود ان کی مسلمہ قابلیت کے ان کی کارروائیاں کامیابی کا پھل نہیں لاتیں۔

انہیں بزرگوں میں بعض ایسے حریص الطبع بھی ہیں کہ اپنی اس معذوری کے علم پر بھی اس وجہ سے کہ قومی کام کی عزت کسی دوسرے حریف کو نہ مل جائے۔ اپنے سر بوجھ پر بوجھ لیتے اور نتیجہ میں ناکام اور تالیف و اشاعت میں بدنام بنے کو طیار ہیں۔

ان تین وجہوں کے علاوہ ایک چوتھی وجہ قومی کاموں کے ناکاموں کی اور بھی ہے بعض مقامات میں کوئی کوئی قومی کام نہایت غریب اور چھوٹی حیثیت کے آدمیوں کے ہاتھ سے ظہور میں آجاتے ہیں۔ وہ کام یقیناً بہت خلوص نیت اور سچے دل سے کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس خلوص نیت کے ساتھ کچھ تھوڑی سی آمیزش شہرت و نمود کے شوق کی بھی ہو۔ لیکن اس قسم کا شوق ان کے خلوص نیت کو منافی نہیں۔ مگر جب یہ کام جلسوں میں پیش کئے جاتے ہیں تو اصل کام کرنے والے اور اصلی حقیقی عزت حاصل کرنے والے پبلک کی نظر سے چھپا دیئے جاتے ہیں۔ اور اصلاحی عزت ذاتی لوگ اپنے ہاتھوں سے وہ کام پیش کرتے اور اس کام کی سرخروئی بتمامہ اپنے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے اصل کارکن لوگوں کے دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور اگلے سال بھی کام کرنے کا شوق باقی نہیں رہتا۔ اور مجالس قومی کے یہ اصطلاحی محب وطن اپنی سرخروئی حاصل کرنے کے لئے اگلے سال کسی اور سے طفیلی کو تلاش کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی عظیم الشان کانفرنس میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے آدمیوں نے صدر انجمن کو جلسے میں پڑھنے کے لئے تمام تقریر لکھ دی۔ اور انہوں نے وہ یاد کرلی۔ کیا اس قسم کے بناوٹی صدر انجمن ہماری قوم اور مجالس قومی میں کوئی مفید اثر پیدا کر سکتے ہیں؟ اگر ہماری بدقسمت قوم میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں کہ وہ ریاست و امارت کے ساتھ قابلیت علمی بھی رکھتا ہو۔ تو کیا ضرور ہے کہ غیر قوموں کی تقلید میں ہم بھی کوئی ایسا مشہور پریزیڈنٹ تلاش کریں؟ جو شخص پریزیڈنٹ کو تقریر و تحریر سکھاتا ہے میں اپنا شاگرد بناتا ہے کیا وجہ ہے کہ اس پریزیڈنٹ کے تحت ارکان اسے ہی استاد اکمل سمجھ کے اپنا پریزیڈنٹ کیوں نہیں بناتے؟

ان چار نقصوں کی وجہ سے جو میں نے اسجگہ نہایت اختصار سے بیان کئے ہیں۔ ہمارے قومی کام آگے نہیں بڑھتے۔ اگر ان پر غور کرکے ان کے رفع کرنے کی مناسب تدابیر اختیار کی جائیں تو یقیناً قومی جلسے ایسے بے اثر نہ رہیں۔ جیسے فی الحال ہو رہے ہیں۔

میری دانست میں قومی جلسوں کے لئے ظاہری ٹیپ ٹاپ اور انبوہ عظیم اور براتیوں کی سی دھوم دھام کی کچھ ضرورت نہیں۔ [illegible] کسطرح اس کا کوئی [illegible] بنایا جانا ضرور ہے۔ یہ اصول ہی مفید نہیں کہ جو شخص پانچ روپے دینے کی مقدرت رکھتا ہو۔ وہ کانفرنس کا ممبر بنا دیا جائے بلکہ اس ممبری کے لئے خاص خاص قابلیت کے آدمی مخصوص ہونے چاہئیں۔ اول ان کی قابلیت۔ دوم ان کی دلچسپی قومی کاموں میں خصوصاً بلحاظ علمی کارروائی کے لوکل احباب اور پرائیویٹ ذرائع سے عموماً ہر شہر میں دو چار لائق اشخاص ان قابلیتوں کے مل سکتے ہیں۔ ان کے حالات باقاعدہ معلوم کرنے کے لئے ایک فارم تجویز ہونا چاہئے جسمیں چند خانے ہوں اور ان میں ایسے خانے بھی ہوں جن سے ان کی علمی قومی کارروائیوں کا سلسلہ وار حال معلوم ہو سکے ایسے فارموں کو ملاحظہ کرکے سیکرٹری اور مستقل کمیٹی کانفرنس مسلمانان آسانی سے تجویز کر سکیں گے کہ کون کون سے اشخاص حقیقتاً اغراض کانفرنس کی ترقی کے لئے مفید ہیں۔ اور ان کی سال آئندہ کی کارروائی بتصدیق بالفعل ہو جائے گی۔ اگر ایسے اشخاص نے طریق عمل ان کی قابلیت عملی ثابت نہ کریں تو سال آئندہ کے انتخاب میں انکا نام خارج کیا جائے۔

جو معزز اشخاص فی الحال سب سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کو اگر منتخب کرنا ہو تو وہ اس غرض کیلئے منتخب ہو سکتے ہیں کہ وہ اصلی کارکنوں کو اپنے رسوخ اور اثر سے بطور اعوان و انصار مدد دیں۔ اور سال آئندہ میں ان کی مدد کی بھی پوری بالترتیب تفصیل کانفرنس میں پیش ہوا کرے۔

جب تک اس قسم کی تجاویز پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ ہمارا کوئی قومی جلسہ کبھی کوئی مفید اثر قوم کے لئے پیدا نہیں کریگا۔ فی الحال قومی ہمدردی بجائے کسی اصلی خیال کے ایک موسمی کیفیت ہے۔ جو چند روز کے لئے پیدا ہوتی اور آناً فاناً تحلیل ہو جاتی ہے۔ جسطرح اطبائے یونان چار اخلاط کے قائل ہیں۔ اور ان کے لئے فصول مقررہ مخصوص ہیں۔ بعینہٖ اسیطرح آجکل قومی ہمدردی بھی خلط سودا و صفرا کیطرح ہمارے خون میں ایک خلط خاص پیدا ہو گیا ہے جسکا ہیجان دسمبر کے عشرہ اخیر میں ہوتا ہے اور جو خود بخود ریل کے سفر میں گھر پہنچنے سے پہلے پہلے حرکت سفر کی حرارت سے تحلیل ہو جاتا ہے اس قسم کی عارضی کیفیت مزاج سے کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ قومی ہمدردی ان اخلاط کیطرح نہ ہونی چاہئے جن کا جوش فصول مقررہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس خون زندگی کی طرح ہونی چاہئے۔ جو ہر وقت ہمارے جسم کے رگ و ریشہ میں سوتے جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے پھرتا رہتا ہے۔ اگر کسی کے دل میں واقعی قوم کا درد ہے اور اس درد کو وہ محسوس کرتا ہے تو اسکی کوئی آن اس درد سے خالی نہیں ہونی چاہئے وہ ہر وقت زبان قال یا حال سے یہی کہتا ہوا پایا جائے ؎

کیا پوچھتے ہو ہمدمو اس جسم ناتوان کی
ہر رگ میں نیش غم ہے کہاں تک کہانی

عبد الرحمن نو مسلم عرف دیوان چند سابق آریہ نے ۲۶ نومبر کو آریہ سماج لاہور کو سالانہ اجلاس کے موقعہ پر بڑے زور شور سے چیلنج دیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور کئی مرتبہ اسلام کی صداقت اور آریہ دھرم کی تردید پر لیکچر دے چکا ہوں اب سالانہ جلسہ کے موقعہ پر میں آریہ سماج کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو اپنی سماج کے بڑے سے بڑے لیکچرار یا خود دھرمپال جی کا مجھ سے مباحثہ کرائے میں مباحثہ کے لئے تیار ہوں۔ اور آریوں کے سب سے پوتر سنسکار نیوگ پر بحث کروں گا لیکن آریوں کی طرف سے کوئی بحث پر آمادہ نہیں ہوا۔

ایک ثواب کا کام

مولوی غلام محمد صاحب ایک طالب علم تعلیم الاسلام کالج قادیان میں ایف اے کلاس کے امتحان میں جانے والے ہیں انکی اپنی ذاتی ذرائع آمدنی کی اسوقت مسدود ہیں مولوی صاحب موصوف ایک نیکدل اور ہونہار نوجوان ہیں دینی علوم کی تحصیل اور حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی محبت انہیں قادیان میں رکھے ہوئے ہے۔ انہیں اس امتحان کے داخلہ کے لئے بتیس ۳۲ روپیہ فیس کی ضرورت ہے اور یہہ ضرورت ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء تک رفع ہوجانی چاہیئے۔ احمدی قوم کے اولوالعزم اور ایسے نیک کاموں میں حصہ لینے والے احباب کی خدمت میں خصوصیت سے التماس ہے کہ اس موقع پر انہیں مدد دیجاوے ہمارے مخدوم خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر چیف کورٹ لاہور مولوی صاحب ممدوح سے خوب واقف ہیں اسلئے امید ہے کہ وہ لاہور میں اپنے احباب میں اس نیک کام کیلئے تحریک کرینگے۔ صرف بتیس ۳۲ روپیہ مطلوب ہیں۔

یہہ رقم براہ راست مولوی غلام محمد صاحب یا مخدوم الملۃ مولوی عبد الکریم صاحب کے پاس بہیجدی جاوے۔ آخر میں پھر یاد دلایا جاتا ہے کہ ۱۰ جنوری سے پہلے یہہ رقم پوری انکے پاس پہنچ جانی ضروری ہے۔ رسید الحکم میں شائع ہوجائیگی۔

(ایڈیٹر الحکم)

دار الامان کا ہفتہ

(۱) اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت کسیقدر ناساز رہی خاندان رسالت کے تمام ممبر خدا کے فضل وکرم سے بہمہ وجوہ خیریت سے ہیں۔ باوجودیکہ حضرت اقدس کی طبیعت ناساز رہی آپ نے ایک جلیل الشان رسالہ لکھنا تجویز فرمایا ہے جس میں آریہ مت پر حضور بطرز جدید نظر فرمائیں گے اور اپنے دعوے کرشن پر بھی بحث کریں گے۔

(۲) بزرگان ملت خدا کے فضل وکرم سے اچھے ہیں اگرچہ حضرت حکیم الامۃ اور مخدوم الملۃ کسی نہ کسی رنگ میں کچھ نہ کچھ ناسازی طبع رکھتے ہیں لیکن خدمت دین میں اسی طرح کمربستہ ہیں جو انکی قوت ایمان کا زندہ ثبوت ہے۔ اللھم زد فزد۔

مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ کو تشریف لے گئے ہیں۔

(۳) مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی ہے۔ دار الامان میں دسمبر کا آخری ہفتہ انشاء اللہ اگلے اشاعت میں لکھونگا (بحول اللہ وبقوتہ تعالیٰ)

(۴) ۸۔ دسمبر کو الہام ہوا۔ رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد۔

(۵) ۱۲۔ دسمبر ۱۹۰۴ء کو قادیان میں خفیف سا زلزلہ محسوس ہوا۔

(۶) قادیان کی عام صحت اچھی البتہ موسمی بخار کی چھیڑ چھاڑ ہے۔

(۷) یہاں کی سناتن دہرم سبھا اور آریہ سماج میں باہمی غلط فہمی کیوجہ سے اور بعض حکام ضلع کی ناتجربہ کاری کے باعث حکام ضلع کو نوٹس لینا پڑا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ بلا باہمی صلح وصفائی سے مٹ گئی ہے۔

لطیفہ یا نکتہ:۔ کل ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۴ء کو کنواری کے پیٹ سے (معاذ اللہ) عیسائیوں کا خدا جنم لیگا۔ اسلئے عیسائی دنیا میں خوب جشن اڑینگے۔

حضرت حکیم الامت کی سُنئے

شیخ عبد الحی صاحب عرب نے ایک کتاب مسمی بہ سلاسل الفضائل۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں لکھی ہے۔ عمدہ کتاب ہے اسکی قیمت مصنف نے چھ آنے مقرر کی تھی مگر چونکہ شیخ صاحب بہت مقروض ہوگئے ہیں اس لئے اب وہ اس کتاب کو اصل قیمت پر میری معرفت فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اصل لاگت اوسکی ۲ ؍ ہے۔ پس احمدی احباب اگر ہر ایک شہر میں بیس پچیس کاپیاں اسکی اصل قیمت پر خرید فرمالیں تو بہتر ہوگا۔ ایک مسافر کی دستگیری ہے۔ اور میرے نزدیک احباب کے لئے عمدہ موقع اعانت کا ہے۔ اور کتاب بھی غنیمت ہے۔

والسلام نور الدین

خریداران الحکم توجہ کریں!

اخبار کی بروقت اشاعت کے لئے ضروری سمجھ لیں کہ اپنے ذمگی چندہ کو بروقت ادا کردیں بقایا اور پیشگی چندہ کرنے کے لئے سلسلہ وار وی پی بہیجے جاتے ہیں جو اصحاب اس وقت وی پی لینے کو طیار نہیں وہ اطلاع دیں ورنہ واپس کرکے ایک خادم دین کارخانہ کو نقصان نہ پہونچائیں۔

ایڈیٹر

وقت کی قدر کرو

وقت کی قدر وقیمت یا تو وہ دنیادار کرسکتے ہیں جنکو بعض کام اوقات مقررہ پر کرنے پڑتے ہیں یا دیندار جو نماز کی پابندی کی قدر کرتے اور سمجھتے ہیں کہ نماز موقوت فرض کیگئی ہے۔ نمازی کو غبار وابر کے دن شناخت وقت نماز میں اور تہجد خوان کو تعین وقت آخری شب میں اور مسافر کو ریلوے ٹائم اور مدرس کو سکول اور کلرک کو دفتر کے مقررہ وقت سے پیچھے رہ جانے میں سب اوقات سخت دقتیں پیش آتی ہیں آجکل ان ساری دقتوں کو خداوند تعالیٰ نے گہڑی جیسی بیش بہا نعمت کا ایجاد انسانی ہاتھوں سے کراکر رفع کردیا ہے۔ اگر توفیق رفیق ہو تو گہڑی جیسا رفیق مومن کیلئے خداداد نعمتوں میں سے ہے۔ ہم نے اس غرض سے ایک عمدہ واچ کارخانہ کے معتبر ایجنٹ سے عمدہ اور پائیدار گہڑیاں منگوائی ہیں جنکو عمدہ اور پائیدار گہڑی کی ضرورت ہو وہ ہم سے بذریعہ وی پی طلب کرے گہڑی کیساتھ شیشہ وکمانی زائد اور گارنٹی ملیگی محصول ہمارے ذمہ ہے گہڑیوں کی فہرست حسب ذیل ہے درخواست بحوالہ نمبر گہڑی آنی چاہئے۔

گہڑی نمبر ۱ نئی وضع عمدہ مضبوط پرزوں میں یاقوت لگے ہیں اور نہایت صحیح وقت بتاتی ہے گارنٹی چار سال قیمت [illegible] خوشنما ہے۔

گہڑی نمبر ۲ ریلوے ریگولیٹر رنگدار ڈائل خوبصورت گارنٹی ۵ سال۔ قیمت [illegible]

گہڑی نمبر ۳ ریلوے ریگولیٹر خوشنما نئی وضع گارنٹی ۶ سال قیمت [illegible]۔

گہڑی نمبر ۴ خاص چاندی کی جینوا ڈیال خوبصورت گارنٹی ۷ سال قیمت [illegible]

جملہ درخواستیں گہڑی کے متعلق بنام محمد فضل خان چنگوی احمدی۔ مقام قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

حکیم الامت کے ارشادات

خطبہ جمعہ ۲ر دسمبر سنہ ۱۹ء

یا ایہا المدثر قم فانذر و ربک فکبر

مین نے یہ آیت اس لئے انتخاب کی ہے کہ تمہین بتلاؤن کہ کیا کرنا چاہئے اور اس کے اندر کیسی تحریکین اور تنبیہین دیجاتی ہین۔ پر ہم ایسے غافل ہین کہ ہمارے کانون پر جون نہین رینگتی اور ہم کانون سے غفلت کی روئی نہین نکالتے ہین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی کے بعد جو دوسری وحی ہوئی وہ یہی آیت ہے۔ یا ایہا المدثر قم۔

مرسل کو جب وحی ہوتی ہے۔ تو خدا کی کلام اور اوس کی ہیبت کا ایک لرزہ مرسل پر آتا ہے۔ کیونکہ مومن حقیقت مین خدا تعالیٰ کا ڈر اور خشیت اور خوف رکہتا ہے جسطرح کوئی بادشاہ ایک بازار یا سڑک پر سے گذرتا ہے۔ اوس سڑک مین ایک زمیندار جاہل جو بادشاہ سے بالکل ناواقف ہے کھڑا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو نہ مینداری(?) ہے۔ یہ صرف اسیقدر جانتا ہے کہ کوئی بڑا آدمی ہے یا شاید حاکم وقت ہوگا۔ تیسرا وہ شخص کھڑا ہے کہ وہ سمجھتا ہے یا(?) ریاست ہے۔ اور خوب جانتا ہے کہ یہ بادشاہ ہے اور ہمارا حاکم ہے۔ اور چوتہا وہ شخص کھڑا ہے۔ جو بادشاہ کا درباری وزیر ہے۔ اوس کے آداب و قواعد و آئین و انتظام رعب و داب رنج اور خوشی کے سب قواعد کا واقف اور جاننے والا ہے۔ پس تم جان سکتے ہو کہ (ان) چارون اشخاص پر بادشاہ کی سواری کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ پہلے شخص نے تو شاید اوس کی طرف دیکھا بھی نہ ہو اور دوسرے نے کچھ توجہ اوسکی طرف کی ہوگی۔ اور تیسرے نے ضرور اوس کو سلام بھی کیا ہوگا۔ اور اوس کا ادب بھی کیا ہوگا۔ پر چوتھے شخص پر اوس کے رعب و جلال کا اسقدر اثر ہوا ہوگا کہ وہ کانپ گیا ہوگا کہ میرا بادشاہ آیا ہے کوئی حرکت مجھسے ایسی نہ ہو جاوے جس سے یہ ناراض ہو جاوے غرض کہ اوس پر ازحد اثر ہوا ہوگا۔ یہی حال ہوتا ہے انبیاء و مرسل علیہم السلام کا۔ کیونکہ خوف اور لرزہ معرفت پر ہوتا ہے۔ جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر اوس کو خوف اور ڈر زیادہ ہوگا اور وہ معرفت اس خوف مین ڈالتی ہے۔ اور اس لرزہ کے واسطے اون کو ظاہری سامان بھی کرنا پڑتا ہے یعنے موٹے اور گرم کپڑے پہننے پڑتے ہین۔ جو لرزہ مین مدد دین۔ جب وہ انعام کی حالت جاتی رہی تو ان کی اعضاء اور اندام بلکہ بال بال پر ایک خاص خوبصورتی آجاتی ہے۔ پس ایسی حالت مین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ مخاطب فرماکر کہتا ہے کہ اے کپڑا اوڑہنے والے اور لرزہ کے واسطے سامان اکٹھا کرنیوالے۔ کھڑا ہو جا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سست مومن اللہ تعالیٰ کو پیارا نہین۔ نبی کریم کو پہلا حکم یہی ملا۔ پس یہی وجہ ہے کہ آج تک مسلمان واعظ جب احکام الٰہی سنانے لگتے ہین کھڑے ہوتے ہین تو کھڑے ہوکر سناتے ہین۔ یہ اسی قسم کی تعمیل ہوتی اور اسمین نبی کریم کی اتباع کیجاتی ہے۔ بعض لوگ غافل اور سست نہ تو سامان بہم پہونچاتے اور نہ ان سامان سے کام لیتے ہین اور کہدیتے ہین کہ ہمین درست نہین۔ یہ ساری ضرورتین جو ہم کو ہین۔ نبی کریم کو بہی تہین۔ بیوی بچہ اہل و عیال۔ وغیرہ وغیرہ پر جب اس قسم کا حکم آیا۔ فوراً کھڑے ہوگئے۔ اسلئے کہ بادشاہ۔ رب العالمین کا۔ احکم الحاکمین کا حکم تہا پہر کام کیا سیر و سیاہ۔ انذر۔

لوگ دو باتون مین گرفتار تہے اور ہین۔ اول خدا کی عظمت کو چہوڑ بیٹہے تہے اور کہانے پینے عیش و آرام اور آسائش مین مصروف ہوگئے تہے۔ دوسرا باہمی محبت اخلاص۔ پیار۔ نام کو نہین رہی تہی۔ دوسرون کے اموال دہوکہ بازی سے کہا جیسے مثلاً ہمارے پیشہ کی طرف ہی توجہ کرو۔ گندے سے گندے لنگر بڑی بڑی گران قیمتون سے فروخت کئے جاتے اور دہوکہ بازی سے لوگون کا مال کہایا جاتا ہے۔ دوسرے کی عزت۔ مال۔ جان پر بڑے بے باک تہے۔

حدیث شریف مین آیا ہے کہ کسی نابینا کی لکڑی ہنسی سے اٹہا لینا کہ وہ حیران و سرگردان ہو سخت گناہ ہے۔ پر ہنسی ٹہٹہا پر کچہہ پروا نہین۔ بدنظری۔ بدی۔ بدکاری سے پرہیز نہین۔ کوئی شخص نہین چاہتا کہ میرا نوکر میرے کام مین سست ہو۔ پر جسکا یہ نوکر ہے کیا اوس کے کام مین سستی نہین کرتا۔ دوکاندار ہے۔ طبیب ہے۔ وغیرہ وغیرہ جب پیسہ دینے والے کے دل مین یہ ہے کہ مجھے ایسا مال اس قیمت سے بڑہکر ملنا چاہئے اگر اوس کو اوس نتیجہ تک نہین پہونچایا تو ضرور حرامخوری کرتا ہے۔ اور یہ سب باتین اوسوقت موجود تہین۔

خدا کی پرستش مین ایسے سست تہے کہ حقیقی خدا کو چہوڑ کر پتہر۔ حیوانات۔ وغیرہ مخلوقات کی پرستش شروع کی ہوئی تہی۔ اس قوم کی بت پرستی کی نظیرین اب موجود ہین۔

ابہی ایک بی بی ہمارے گہر مین آئی تہی اور پیر پاس بیان کیا گیا کہ بہت نیک بخت اور خدا رسیدہ ہے۔ مینے اوس سے پوچہا کہ کیا وظیفہ کرتی ہو۔ کہا مشکل کیوقت اپنے پیرون کو پکارتی ہون۔ پس مجہے خیال ہوا کہ یہ تو پہلی سیڑہی پر خطا پر ہے۔ یعنے خدا کو چہوڑکر شرک مین مبتلا ہے۔

پس رسول کریم کے زمانہ مین ایک طرف خدا کی بڑائی دوسری طرف مخلوق سے شفقت چہوٹ گئی تہی۔ اور خدا کی جگہ مخلوق کو خدا بنایا گیا تہا۔ اور مخلوق کو سکہہ پہونچانے کے بدلے لاکہون تکالیف پہونچائی جاتی تہین۔

اس لئے فرمایا **انذر**۔ ڈرانے کی خبر سنا دے۔

جب مرسل اور مامور آتے تہے پہلے ہی حقوق اون کو سمجہائے جاتے ہین۔ پس ایسے وقت مین امراض طاعون وغیرہ آتے جنگ و قتال ہوتے۔ یہ ضرورت نہین کہ اوس مامور کی اطلاع پہلے دیجاوے۔ یا ان لوگون کو مامور کا علم ہو۔ کیونکہ لوگ تو پہلے خدا ہی کو چہوڑ بیٹہے ہوئے ہوتے ہین۔ پہر کہڑا ہوکر کیا کرو۔ **وربک فکبر**۔ خدا کی بزرگی بیان کرو یہ حکم کی تعمیل تہی۔ اکبر سے آگے بڑائی کا کوئی لفظ نہین۔ اور اس کے معنی ہی یہی ہین۔ ایک وقت آقا کہتا کہ میرا فلان کام کرو۔ دوسری طرف ایک شخص کا پکار اللہ اکبر۔ آؤ نماز پڑہو۔ خدا سے بڑا آقا کوئی نہین۔ ایک طرف بی بی عید کا سامان مانگتی ہے دوسری طرف خدا کہتا کہ فضولی نہ کرو اب یہ کدہر جاتا ہے۔ نیک معاشرت نیک سلوک۔ بی بی کی رضاجوئی اور خوش رکہنے کا حکم ہے۔ اور مال جمع کرنیکی ضرورت ہے۔ دوسری طرف حکم ہے کہ ناجائز مال مت کہاؤ۔ ایک طرف عفت اور عصمت کا حکم ہے۔ دوسری طرف بی بی موجود نہین۔ ناسع(?) کوئی نہین۔ اور نفس چاہتا ہے کہ عمدہ گوشت گہی۔ انڈے۔ زعفرانی متنجن۔ کباب۔ کہانے کے واسطے ہون۔ پہر رمضان مین اس سے بہی کچہہ زیادہ ہون اب بی بی تو ہے نہین۔ علم اور عمدہ خیالات نہین۔ پس اگر اوس حکم کی خلاف کرتا اور نفس کی خواہش کے مطابق عمدہ اغذیہ کہاتا تو۔ لواطت۔ جلق۔ زنا۔ بدنظری۔ مین مبتلا ہوگا۔ اس لئے تو اصفیا نے لکہا ہے کہ انسان ریاضت مین سادہ غذا کہاوے۔

اس لئے ہماری امام علیہ السلام نے میان نجم الدین کو ایک روز تاکیدی حکم دیا کہ لوگ جو مہمان خانہ مین موجود ہین۔ عام طور پر گوشت ان کو مت دو۔ بلکہ دال بہی پتلی دو۔ اور بعض نادان اس سر کو نہین سمجہتے اور شور مچاتے ہین۔

پس رسول کریم نے وہ اللہ اکبر۔ مکانون۔ اور چہتون اور دیوارون اور ممبرون۔ پر چڑہکر سنایا۔ پس شہوت اور غضب کیوقت بہی اس کو اکبر ہی سمجہو۔

ایک شخص کو کسی شخص نے کہا کہ تو جہوٹا ہے۔ وہ بہت سخت ناراض ہوا اور اس کی ناراضی امام کے کان تک پہونچی۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ کاش کہ اسقدر غضب کو ترقی دینے کی جگہ اپنے کسی جہوٹ کو یاد کرکے اسکو کم کرتا۔ حرص آتی اور اس کے واسطے روپیہ کی ضرورت ہوتی اور ضرورت کے وقت حلال حرام کا ایک ہی جہولا ملا بیٹہتا۔ ایسا نہین چاہئے ایکطرف عمدہ کہانا عمدہ نہین چاہتا۔ دوسری طرف حکم کے خلاف درزی سستی کرتا اور یہ دونو آپسمین نقیض ہین۔ اس سے عجز اور کسل پیدا ہوتا ہے۔ پس ایسی جگہ مین شہوۃ پر عفت اور حرص پر قناعت اختیار کرے اور [illegible] کر لیا کرے۔

مال کی تحصیل پہلے نزدیک سہل اور آسان امر ہے۔ ہان حاصل کرکے عمدہ موقع پر خرچ کرنا مشکل امر ہے۔ پس ایکطرف خدا شناسی ہو اور دوسری طرف مخلوق پر شفقت ہو۔

اللہ اکبر کا حصول۔ چار دفعہ تم اذان کی پہلے ہر نماز مین سنتے ہو۔ اور ستر دفعہ امام تم کو ہر نماز مین سناتا ہے۔ پہر حج مین۔ عید مین۔ رسول کریم نے کیسی حکم الٰہی کی تعمیل کی ہے کہ ہر وقت اس کا اعادہ کہایا۔ اور یہ اسلئے کہ انسان جب ایک مسئلہ کو عمدہ سمجہہ لیتا ہے تو علم بڑہتا ہے اور علم کی عمدہ اساس [illegible] پہر۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہین کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ ہی معبود ہے اور گواہی دیتا ہون کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہین۔ پہر جسطرح خدا نے حکم دیا اوسطرح اسکی کبریائی بیان کر جسطرح اس نے حکم دیا اوسیطرح نماز پڑہو اور اوسیطرح اس سے دعائین مانگ۔ پہر یہ طریق کسطرح سیکہنے چاہئے۔ وہ ایک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور وہ خدا کا بہیجا ہوا ہے اوس سے جاکر سیکہو۔ پہر جب ان احکام کی تعمیل مین تو مستعد ہو جاوے۔ تو حی علی الصلواۃ۔ آ نماز پڑہ کہ وہ تجہے بدی سے روکے۔ پہر نماز کی معانی سیکہنا کوئی بڑی بات نہین۔ کودن سے کودن آدمی ایک ہفتہ مین یاد کرلیتا ہے۔

ایک امیر۔ میرا مربی تہا۔ اوس کے دروازہ پر ایک پوربی شخص صبح کے وقت پہرہ دیا کرتا تہا۔ ایکدن جو وہ صبح کی نماز کو نکلے تو وہ خوش الحانی سے گا رہا تہا۔ کہا تم یہان کیون کہڑے ہو۔ جواب دیا کہ پہرہ دار ہون۔ اونہون نے کہا اچہا تمہارا پہرہ دن مین دو گہنٹہ کا ہوتا ہے۔ ہم تمہارا پہرہ پانچ وقت مین بدل دیتے ہین تم تہوڑی تہوڑی دیر کیلئے آجایا کرو۔ اور نماز کے وقت مین پانچون وقت اوس کے وقت کو تقسیم کردیا۔ اور اسوقت جاتے جاتے اوس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنے سکہادئے کہ پہری واپسی پر یاد کرکے سنانا چنانچہ جب وہ نماز صبح پڑہکر واپس آئے تو اسنے یاد کرکے سنادئے۔ آگر اس کو رخصت دیدی۔ پہر الحمد شریف کے معنے بتادیئے غرض عشاء کی نماز تک الحمد اور قل کے معنی اس نے پورے یاد کرلئے ایک دفعہ کچہہ عرصہ کے بعد اوس کا پہرہ پچہلی رات پہرے

ناظرین سے راز و نیاز

بس اے ذوقِ خموشی تہمت فریاد و مجھکو
کہ چپ بیٹھوں تو گویائی گریبان گیر ہوتی ہے

ناظرین الحکم کے لئے الحکم اور اوس کے ایڈیٹر کی شکایت کا روز افسانہ ایک معمولی سی بات ہو گئی ہے اور غالباً میری طرح یہی یہ لوگ اور اخبار ایسا ہو گیا ہے کہ قریباً ہر اشاعت میں کچھ نہ کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یا تو میری فریاد میں کوئی درد اور تاثیر نہیں اور یا نفس الامر میں قوم ہی کو کم سنائی دیتا ہے۔ آٹھ سال گذر گئے ہیں کوئی سال ایسا نہیں گذرا جس میں اطمینان اور جمعیت خاطر کے ساتھ مجھے اخبار کے مرتب کرنے کا موقع ملا ہو۔ تاہم جس طرح بن پڑا جیسی کچھ بھی بھلی یا بری ہو سکی میں نے قوم کی خدمت کرنے میں پہلو تہی نہیں کی ہے یا کم از کم عمداً فروگذاشت نہیں کی۔ درمیانی ابتلا اور حوادث روزگار جس جس طرح میری راہ میں روکین پیدا کرنے رہے ہیں اگر خدا تعالیٰ کا فضل میرے شامل حال نہ ہوتا اور بعض حقیقی قدردان اور میرے دلی خیرخواہ بھائی کی دعائیں میری دستگیری نہ کرتیں تو میں بہت عرصہ پہلے اس خدمت کو اپنے لئے تکلیف برداشت سمجھ کر چھوڑ بیٹھتا۔ مگر میں خوب جانتا ہوں اور اس زمانہ کے لئے اخبار کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے چاہا ہے کہ یہ خدمت میرے لئے موجب فخر اور سعادت ہو۔ اس لئے بہت سے دلشکن امور کے پیش آنے کے باوجود بھی میں نے قدم آگے بڑھانے کی کم از کم کوشش ضرور کی ہے۔

اگر الحکم کوئی بھی قومی خدمت نہ بھی بجا لاوے تو بھی اس کے لئے یہ کچھ کم فخر نہیں ہے کہ اس نے قوم میں اخبار بینی کا مذاق پیدا کر دیا ہے اور اب قوم اخبار کے بغیر اپنی زندگی کو محال سمجھتی ہے۔

حقیقت میں اس روا داری میں جو ہم کو ایسی نعمت سے کام لینا سخت کفران نعمت ہے خصوصاً اس قوم کے لئے جو اپنے محبوب و مولا آقا کی صداقت اور اس کے زمانہ بعثت کا ایک نشان سمجھتی ہو اور روالصحف نشرت کے مزے لینے میں سب سے بڑی ہوئی ہو۔

میں خوب جانتا ہوں اور آٹھ سال میں مجھے تجربہ کرنے کا کافی موقع ملا ہے کہ اخبار قومی زندگی کا جزو لاینفک تو بن گیا ہے مگر ابھی قوم میں اخباروں کی قدر دانی اور ان کے مضمون کی حوصلہ افزائی کی روح پیدا ہونے کے لئے ابھی اور عرصہ درکار ہے۔ ورنہ دو لاکھ سے زیادہ کی جماعت میں وہ اخبار جو ان کی زندگی کے روح ہو اگر ہزاروں کی تعداد میں شائع نہ ہوتا تو کم از کم اتنا ضرور سمجھا جاتا کہ وہ بے فکری سے اپنی ضروریات کو پورا کرتا رہتا۔

اگر قوم اپنی روزانہ ضروریات کو مقدم سمجھتی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ اخبار کو اپنی روزانہ ضروریات میں داخل کرے اس کا واجب الادا چندہ دو ہی وقت عذر داشت سے کام لے۔ اور پھر اس کا چندہ کوئی صدہا روپیہ سالانہ نہیں بلکہ مہینوں نہیں ایک پیسہ یومیہ سے بھی یہ خرچ کم ہے۔ کھانے پینے اور لباس کی نفیسات یا ضروریات میں تو صدہا روپیہ خرچ کرنا معمولی بات ہے لیکن قومی اور پھر اپنی ذاتی فائدہ کے لئے ایک پیسہ یومیہ لگانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

گھر میں بیٹھے ہوئے ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر میں فی الحال اس کا چندہ نہ بھیجوں گا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے دوسرے لوگ جو چندہ بھیجتے ہیں میری سستی یا غفلت سے کوئی کام نہیں رک سکتا۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ قومی ہوا میں ہے کام مشترکہ محنت اور سعی سے ہی چلا کرتے ہیں۔

میری نزدیک اس لئے نہیں کہ میں خود اخبار کا مالک یا ایڈیٹر ہوں بلکہ نفس الامر میں میری رائے یہی ہے کہ اخبار کی خریداری اس وقت احمدی قوم کیلئے خصوصاً فرض ہی نہیں مذہبی فرض بھی ہے۔ قرآن کریم میں و اذا الصحف نشرت میں جو پیشگوئی ہے اور جو یقیناً حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ بعثت سے متعلق ہے اور آپ کی تصدیق دعوے کی دلیل ہے کیا اس میں حصہ لینا ہمارا فرض نہیں ہے؟ . . .

اس لئے کہ اس کو اس زمانہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ پھر قرآن کریم میں کونوا مع الصادقین کا ارشاد ہے صادقوں کی معیت اصلی یہی ہے کہ ان کے پاس رہ کر ان کے فیض صحبت سے انسان سعادت حاصل کرے۔ ان کی دعائیں توجہ عقد ہمت اور پاک کلمات جو وقتاً فوقتاً وہ روحانی مریضوں کے علاج و اصلاح کیلئے فرماتے ہیں ایک تبدیلی پیدا کرتے لیکن چونکہ ہر شخص کو اور بعض کو ہمیشہ یہ میسر نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمیشہ ان کے پاس رہیں اس لئے ان ایام میں بجز حاضری کے یہ اخبار ہے جس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا جو اس کی روحانی ترقی اور اصلاح نفس کیلئے بہترین معلم کا کام دے۔ پس اگر کوئی شخص ان امور کو مدنظر رکھ کر بھی اخبار کی اعانت اور اس کی خریداری سے دست کشی کرتا ہے تو میری ذاتی رائے ہے جس کا میں خود ہی ذمہ دار ہوں ممکن ہے وہ غلط ہو کہ وہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کے خلاف جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

یہاں تک تو میں نے اخبار کی ضرورت کے متعلق کچھ بیان کیا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان اعتراضات کو بھی لکھ دوں جو قوم کے بعض افراد کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔

اول۔ اخبار وقت پر شائع نہیں ہوتا سب اعتراضوں کی جان اور جڑ یہی اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ میں اس کے جواب میں نقطہ ہی کہوں گا کہ یہ میرا قصور ہرگز نہیں ہے اس کے لئے بھی جوابدہ اگر ہے تو قوم ہے۔

تلبیت اور اخلاص کے سوال کو جانے دو اس کا تعلق محض خدا تعالیٰ سے ہے وہ کام کرنیوالے کے نکتہ دل پر نظر رکھتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ اس کا کام کس غرض اور مقصد کیلئے ہے جو میں تجارتی اصول پر نظر رکھ کر بیان کرتا ہوں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی تاجر اپنی تجارت کو معرض خطر میں عمداً ڈالنا چاہتا ہے؟ وہ تو کبھی نہیں بلکہ خوش ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوتا جو تعلق طور پر تجارت کو روبہ ترقی کرنا چاہتا اور اسے اپنے لئے مفید بنانے کی فکر کرتا ہے پھر اگر میں تجارتی حیثیت سے بھی یہ کام کر رہا ہوں تو کیوں اسکو معرض زوال میں ڈالتا ہوں؟ اصل بات یہ ہے کہ چندہ ادا کرنے والے وقت پر چندہ (یہ استثنا بعض) ادا نہیں دیتے اور اخبار ایسے کارخانوں میں جیسے سب اخراجات قریباً پیشگی ادا کرنے پڑتے ہیں وقت پر امداد نہ ملنے کے باعث مالی مشکلات کا روڑا ایسا اٹک جاتا ہے جو کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتی ہے۔ اس قسم کی وجوہات ہیں جو اخبار کو وقت پر شائع ہونے سے روکتی ہیں۔ گذشتہ دو سال میں میری معروفیت مقدمات بھی کچھ ایسی طرح رہی کہ مجھے ہر کام کرنا نصیب ہی نہیں ہوا باوصفیکہ قوم کو معلوم تھا لیکن بعض نے مجھے ہدف ملامت بنایا۔ اور طرح طرح کے الفاظ میں سنا ان لوگوں سے جنہیں میں جو اخبار پڑھا جاتا تھا۔ یہ امر میرے لئے سخت دشمن ہوتا اگر میری نظر وانصاف کی نہ ہوتی۔ پھر میں قومی ناقدر دانی کی ایک اور مثال پیش کرتا ہوں اگر اخبار کا وقت پر شائع نہ ہونا باوصفیکہ وہ بہت سے اسباب اور معقول وجوہات کے ماتحت تھا اسکی عدم ترقی اور عدم قدر دانی کا باعث تھا تو ہمارے معزز اور محترم معصر ریویو آف ریلیجنز دیکھ رہا ہے جسکے خود حضرت حجۃ اللہ نے اعلان کیا اور اسکی اعانت اور کثرت اشاعت کیطرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ دس ہزار تو درکنار میں کہہ سکتا ہوں اڑھائی ہزار بھی اسکی اشاعت نہیں ہوئی اور حقیقی اشاعت ہوتی ہے اس میں سے بھی چندہ دینے والوں کی تعداد معقول ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ قیمت طلب پیکٹ جاری کرنے پر اکثر پیکٹ انکاری ہو کر آتے ہیں اس سے بڑھ کر کوئی غفلت اور قومی اخبارات سے عدم توجہگی کی اور کیا دلیل ہوگی۔

پھر میں عزیز معصر البدر کے متعلق بھی دیکھتا ہوں کہ اسکو بالکل یہی رونا رونے کی ضرورت پڑی اور مالی مشکلات ہیں جو اسکی اشاعت پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ پس اگر یہ میرا قصور تھا اور اخبار کی اشاعت اور اسکی اعانت پر اسکی بے وقت اشاعت اثر انداز ہوتی تو کم از کم ہیگزین گئے تو مجھے یہ نمونہ نظر آتا جس کا وہیب المعزت ایڈیٹر اور منیجر اس قومی خدمت کیلئے قبل از وقت مقبول حضرت مخدوم الملت مولوی عبد الکریم صاحب بزرگ ہو گیا ہے مولوی محمد علی صاحب ہیگزین کیلئے جس محنت اور جانکاہی سے کام کر رہا ہے جس کی شخص کا حصہ ہو اور محض خدا کے فضل ہی کر رہا ہے اور حقیقت میں بڑا ہی خوش قسمت اور قابل رشک ہی۔ پس میں تصریح کرتا ہوں کہ یہ قومی کام میں توجہ اور امین سخت ترین ضرورت ہے۔ اپنا فرض ادا کرنے کیلئے یہ رونا روتا جاؤں گا آخر کوئی وقت تو ایسا آئیگا جو قوم کو کی دلمیں اثر ہوگا اور وہ اس ضرورت کو سمجھے وجہ الالتزام پورا کرنے کیلئے مددگار ہوگی جیسا کہ حق مدد کا ہو۔ یاد رکھو حضرت حجۃ اللہ کی دو شانیں ہیں ایک مسیح کی شان ہے دوسری مہدی کی۔ مسیح کا کام ہے کسر صلیب اور مہدی کا کام ہے اصلاح اندرونی یہ کام اسی طرح ہو گا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ حقیقت ایسی ہی ہے اور یہی ایسا ہی جاتا ہے لیکن

مبارک ہونگے وہ لوگ جو ان اغراض میں حصہ لیں گے اور اس وقت اسکی ورثی صورتیں ہیں۔ میگزین کو ذریعہ مسیحیت کی شان کو پورا کرنے کا کام لیا جاتا ہے سفرلی قوموں کی مذہبی اور روحانی فتح اول سے اللہ تعالیٰ نے میگزین کے نام لکھدی ہے۔ اندرونی اصلاح کا کام خدا تعالیٰ نے الحکم (جو آٹھ سال سے یہ کام کر رہا ہے) کے ذریعہ سے سرانجام کیا ہے کیونکہ وہ اسکے ملفوظات اور اسوۂ حسنہ کلمات طیبات اسکی تعلیم اور مقاصد اصلاح کی اشاعت کا ذریعہ آٹھ سال سے ہو رہا ہے اور اس سلسلہ میں جو کچھ کام اس نے کیا ہے قوم خود اندازہ کر سکتی ہے پس وقت ہے کہ جو لوگ ان امور کی اہمیت کو سمجھتے ہیں وہ پورے طور پر اپنے آٹھ سالہ ناکوار تجربہ کی بنا پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ اس وقت الحکم کا بقایاداروں کے نام دو ہزار روپیہ کم باقی نہیں اور اسکی یہی وجوہات ہے کارخانہ ایک معقول رقم زیر بار رہا ہو گو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کا کتب خانہ کافی ذخیرہ اور دوسری غیر منقولہ جائیداد ملاکر یہ بوجھ اداکرنے کی نہیں ہے لیکن یہ ذخیرہ کتب بجائے موجود قابل فروخت ہے چاہئے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر ہمارے کل احباب ایک ایک جلد یہ خریدار کیلئے قیمت دیکر والا اسوقت وصول کر دیں تو الحکم اپنی زیر باری سے نجات پا سکتا ہے اور اسکی پوزیشن مستحکم ہو سکتی ہے۔ خرید کیجائے۔ اور آئندہ ہر ایک خریدار یہ اپنا فرض سمجھ لے کہ وہ مقررہ قیمت ادا کر دے۔ اور عند الطلب قیمت ادا نہیں کر سکتا تو بہتر ہو کہ اسوقت اخبار سے جب قیمت دے سکے۔

اسی سلسلہ میں الحکم کیلئے میں نہایت بہتر تجویز کرتا ہوں کہ آئندہ جنوری سے قیمت پیشگی وصول ہوگی آئندہ ان کا نام اخبار جاری رہیگا ان وہ ہیں جو بعض احباب جو غیر مستطیع ہیں یا کمزور ہیں اور اگر دیتے ہیں تو کسی قدر روپیہ سے ہی وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں مگر بعض کوئی صاحب اگر بعید رو کے اخبار سے دریغ کرنے لگے اور اس لئے قیمت نہ دی ہو تو شکایت ہو گی جو سمجھنے کر بند کر دیا گیا ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ خریدار ہوں لیکن وقت پر قیمت دینے والے ہوں۔ وی پی پیکٹ انکاری آنے اور خطوط تقاضا کی وجہ سے اس سال مطبع پر غیر معمولی بوجھ پڑا ہے ختم کرنے سے پیشتر تین باتیں اور کہنی چاہتا ہوں۔

اول۔ ہر خریدار اخبار کے متعلق خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور دے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف ہو۔

دوم۔ اپنا پتہ ہمیشہ خوشخط اور صاف لکھنا چاہئے اور تبدیلی پتہ کی اطلاع ضرور دی جاوے ورنہ اطلاع نہ دینگے تو اخبار کی عدم رسی کی شکایت کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

سوم۔ عدم رسی اخبار کی شکایت اس کے جب ایک ہفتہ کے اندر آنی چاہئے جس ہفتہ کا اخبار ہو۔

چہارم۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہئے ورنہ جواب دینا مطبع کے ذمہ ضروری نہ ہوگا۔

اس کے بعد اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کا معمولی حجم آگیا ہے کہ وہ سال تمام کی محنت کے ہفتہ و سہ ہفتہ تعطیل کیا کرتا ہے اگرچہ اس سال بعض اخبار دو دو ہو کر نکلے ہیں ان لوگوں کو خوب چاہئے جناب والا کی طاقت کو مطبع کی جیب... صرف کیا کرتے ہیں یہ امر ناگوار ہوگا لیکن میں...

عجیب و غریب مذہبی و علمی کتب

دفتر الحکم سے ہی مل سکتی ہیں

ازالہ اوہام ہر دو حصہ۔ یہ بے نظیر کتاب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبردست قلم کا نتیجہ ہے جس میں اپنے دعویٰ کے متعلق نہایت شرح و بسط سے کام لیا ہے اور مخالفوں کے اعتراضوں کو تار تار کر دیا ہے۔ قیمت

آریہ دھرم آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے اس میں ظاہر کر دیا ہے خصوصیت کے ساتھ مسئلہ نیوگ کے خطرناک برے نتائج کو کھول کر دکھایا ہے اور آریہ کے ان اعتراضوں کا جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں۔ قیمت ۱۲؍

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجودیوں کے اعتقادات کا لاجواب دیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت ۲؍

حضرت اقدس کی پرانی تحریریں حصہ اول اعلیحضرت کے تیس سال پہلے کے مضامین الہام۔ مسئلہ تناسخ وید اور قرآن کے مقابلہ پر۔ قیمت ۲؍

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب عیسائی مذہب کی تردید اور اسلام کی حقیقت پر حضرت خلیفۃ

اپنی کا لطیف رسالہ دوسری مرتبہ چھپا ہے۔ قیمت ۲؍

فیصلہ آسمانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلم سے مضمون نام سے ظاہر ہے۔ قیمت ۲؍

نور القرآن حصہ دوم عیسائیوں کا عجیب جواب۔ قیمت ۴؍

فاضل امروہی کی تصنیفات

مندرجہ ذیل کتب کیلئے اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ وہ امام مناظرہ فاضل امروہی کی تصنیفات ہیں

تحذیر المؤمنین مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو فتویٰ کفر حضرت مسیح موعود کے خلاف تجویز کیا تھا اور چند عقاید پیش کیے تھے اسکا کافی و وافی جواب ہے یہ قابل دید کتاب ہر ایک احمدی کے پاس ہونی چاہیے۔ قیمت ۸؍

شمس بازغہ پیر مہر علیشاہ گولڑوی کی کتاب شمس الہدایہ کا لاجواب جواب ہے۔ قیمت

تفسیر سورہ تبت۔ سورہ تبت یدا پر ایک آریہ کے اعتراض کا جواب اور سورہ مذکور کی عجیب تفسیر۔ قیمت ۱؍

سواء السبیل نمبر ۱۔ ایک سبتی مولوی کی خط و کتابت۔ قیمت ۱؍

فک الشک امرتسری مولوی کا اعتراض کا جواب۔ قیمت ۱؍

رد تنسخ و شیعہ حکیم الامۃ کی اچھوتی تحریر۔ قیمت ۱؍

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات

تفسیر القرآن پارہ اول۔ یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے۔ صد ہا خطوط اظہار پسندیدگی بھیجے گئے ہیں یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باہر بھی اسکو

قبولیت ہو گئی ہے۔ قیمت ۱۰؍

تفسیر القرآن پارہ دوم۔ بطور رسالہ ہوا ہے تفسیر کا ہر تفسیر کے بیرونی طور پر بطور رسالہ جاری طبع ہونی شروع ہوئی تھی لیکن بعض مقامات کی وجہ سے بعض خارجی اسباب ایسے پیش آئے کہ دو نمبر نکلنے کے بعد سلسلہ بند ہو گیا لیکن اب انشاء اللہ عنقریب سلسلہ بیعت جاری ہو جاوے گا گزشتہ دو نمبروں کی قیمت ۸ روپیہ ہے۔ قیمت

سلک مروارید سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح اور انہیں سلسلہ عالیہ کی تعلیم کو عام کرنیکی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا گیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ قیمت ۴؍

رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء۔ دار الامان میں ۱۸۹۷ء میں دسمبر کے اواخر میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں حضرت حجۃ اللہ نے بیش نظیر زبردست تقریر بیان فرمائی اور حضرت حکیم الامۃ اور مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے قرآن کریم کے معارف پر اچھوتے لیکچر دیے سب تقریریں یکجا جمع ہیں علاوہ بریں رپورٹ کے شروع میں ایڈیٹر نے ایک قابل دید اثر و دلکش لکھا ہے۔ قیمت ۸؍

الانذار۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء کو قادیان میں ایک جلسہ طاعون کے متعلق کیا تھا جسکی قابل قدر تجاویز گورنمنٹ پنجاب نے بھی شکر گذاری کا اظہار فرمایا تھا اس جلسہ کے حالات حضرت حجۃ اللہ اور حکیم الامۃ کی تحریروں کا مجموعہ۔ قیمت ۲؍

اصلاح النظر (حضرت حکیم الامۃ کے خاص رنگ) ایڈیٹر الحکم نے ایک آریہ کے اعتراضات متعلقہ قدم روح و مادہ جسکو حضرت حکیم الامۃ نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اصلاح بھی فرمائی۔ قیمت ۲؍

متفرق کتابیں

تشحیذ ضوابط الاسرار قیمت ۱؍ **مرقاۃ عیسیٰ** پنجابی نظم قیمت

فیض احمدی درود شریف پنجابی نظم قیمت

شیخ عبد الحق نو مسلم کی قلم سے

برہان الحق (عیسائی مذہب کی حقیقت کھول دی گئی ہے)

دعوۃ الحق نمبر ۱۔ انجیل کی حقیقت۔ قیمت ۲؍

میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کی تصنیف

النصح (منظوم) عید مومن کے خاص نشانات قیمت مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور میں دعا

مضمون۔ نام سے ظاہر ہے۔ قیمت ۱؍

نمونہ قرآن مجید جو قاعدہ یسرنا القرآن کے موافق دو ورق چھاپے گئے ہیں۔ قیمت ۲؍

پورے سٹ کے خریدار سے صرف آٹھ روپے علاوہ محصول ڈاک لیے جاوینگے۔

المشتہر منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اخبار الحکم اس سال قریباً دو چند ریڈنگ میٹر کے دیا جاتا رہا اور کوئی زائد مطالبہ نہیں کیا گیا اس لئے میں اس امر کو تو اپنے ہی انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس کا بھی موازنہ کریں مگر نہیں اس امر کی ضرورت پیش آوے۔

آیندہ کے لئے میں بحالت موجودہ اسقدر ریڈنگ میٹر دے سکوں گا جو سنہ ۱۹۰۳ء یا سنہ ۱۹۰۴ء میں دیا جاتا رہا ہے زیادہ دینا میری اپنی گنجایش اور خوشی یا خریداران الحکم کی اپنی تسلی اور توجہ پر منحصر ہوگا پس اس نمبر کے ساتھ میں اس سال کے باقی ایام کے لئے اپنے ناظرین سے رخصت ہوتا ہوں اور ان سے التجا کرتا ہوں کہ وہ سال نو کے لئے مجھے اس خدمت کے قابل بنانے کے لئے جہاں تک ان سے متعلق ہے مالی اعانت اور دعا سے مدد دیں سال نو کا پہلا پرچہ انشاء اللہ اگر میں زندہ رہا اور اس خدمت کی خدا نے مجھے توفیق دی اپنے وقت پر شایع ہوگا۔

اس قدر شکوہ قوم کے بعد میں اپنے ان قدر دانوں کا شکرگذار ہوں جو الحکم کی ہر ادا پر قربان ہیں اور اسے قومی نشان سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مالوں میں برکت دے اور ان کے ارادوں کو صورت عمل میں لا دے اور الحکم کی اعانت اور سرپرستی کے لئے عرصہ دراز تک انہیں زندہ رکھے میں خصوصیت کے ساتھ ان بزرگوں کا تذکرہ انشاء اللہ سالانہ ریویو میں کرونگا بالآخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے محبت اور شوق سے کہا ہے جو قوم کو مجھ سے اور مجھے قوم سے ہے اور دراصل اپنے ہی قومی وجود کے لئے کیا ہے اس لئے ناظرین کچھ [illegible] کریں

اب تازگی میں ہی مجھے صبح ہے نصیب
تھوڑا بھی کہاں ہے تو محبت کی راہ میں

احمد نور کابلی

مہاجر احمد نور کے ساتھ بڑا بھاری اس کا عیال اور ضعیفہ والدہ ہیں۔ مکان کوئی نہیں۔ عارضی طور پر نہایت محدود مکان میں گذارہ کرتے ہیں۔ سرد ملک کے رہنے والے ہیں گرمی کے موسم میں بہت تکلیف اٹھاتے ہیں۔ مرد تو جوں توں کرکے تنگ برسینہ دن کاٹ ہی لیتے ہیں مگر عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کو تو ایک آفت کا سامنا ہوتا ہے۔ گذشتہ موسم گرما میں احمد نور کی بلا وجہ مکان کی تنگی اور گرمی کی شدت کی وجہ سے ایسی بد حالت ہوگئی کہ اگر خدا تعالےٰ کا فضل دستگیری نہ کرتا تو تنگی ہونے میں کوئی کسر نہ رہی تھی۔ ان کے لئے اس سے پہلے بھی میں نے اشتہار دیا تھا۔ احباب جماعت نے بہت تھوڑی توجہ کی۔ خیر اتنا ہوا کہ جو حجرے کے شمالی طرف زمین نکالی گئی تھی وہ سا بن گیا۔ نیک دل میر ناصر صاحب نے فیاضی سے کچھ اور لگوا بھی ساتھ ملا دینے کا ارادہ کیا ہے جس سے امید ہے کہ مکان اچھا تا وسیع ہو جائیگا اور غریب مہاجرین آرام سے بسر کر سکیں گے۔ اب بار دیگر قوم کے نیک دل مخیر بہت بزرگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ امید تو بڑی ہے کہ خالی ہاتھ نہ رہوں گا بہت بڑی بات نہیں تھوڑے ہی میں کام نکل آئے گا۔

یہ بہادر نوجوان بڑے کام کا آدمی ہے حضرت عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ کو سب جانتے ہیں حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے کیسی اعزاز و اکرام سے آپ کا ذکر کیا ہے جو قیامت تک اپنی لانظیری کے فخر کے آثار سوتیوں سے مزین رہے گا۔ اس نوجوان نے آپکے عہد مبارک کی آخری خدمت سے وہ حصہ لیا ہے جو وہ بھی اپنی لانظیری میں ہمیشہ کیلئے یادگار رہے گا۔ موذن لاثانی ہے اسکی خوش آوازی اور بلند آوازی ایمان کو تازہ کرتی ہے۔ غرض بڑے کام کا آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا فضل کرے کہ دلوں میں تحریک پیدا ہو جائے اور ان کا کام بن جائے۔
وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ خاکسار عبد الکریم۔

ایک ضروری بات

اکثر احباب اور خریداران الحکم نے وقتاً فوقتاً ہمیں لکھا اور زبانی بھی جب انہیں ملاقات کا موقع ہوا ہے تو فرمایا ہے کہ جو نئی کتاب دفتر الحکم سے یا قادیان سے شایع ہو ہمیں بلا تکلف بذریعہ وی پی بھیجی جایا کرے۔ ہم نے ایسے بزرگوں کے نام باقاعدہ اپنے کسی رجسٹر میں اپنی لاپرواہی یا غفلت سے درج نہیں کئے اور پھر ایسے بزرگوں سے شرمندہ ہونا پڑا اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ مستقل طور پر ایسے خریداروں کے نام نوٹ کرتے جاویں اس لئے بجائے اسکے کہ سب صاحب ہمیں اطلاع دیں صرف وہ بزرگ براہ کرم اطلاع دیں جن کا نام درج رجسٹر کیا جاوے ہم اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء تک ایسے تمام بزرگوں کی یادداشت مکمل کرینگے۔ اس کے بعد جو بزرگ اس سلسلہ میں اپنا نام درج کرینگے۔ ان کے سوا کل خریداران الحکم کو خریداران کتب جدید سمجھ لیا جاویگا اور پھر ہر جدید کتاب انکی نسبت میں بھیجدی جاوے گی۔ اس لئے ہر ایک بھائی اس امر پر غور کرکے ہمیں اطلاع دے اگر وہ نام درج کرانا چاہیں۔ (ایڈیٹر الحکم)

ایک نظر ادھر بھی

حضرت اقدس سیالکوٹ میں

نمبر (۴)

خدایابی اور حقیقی کامیابی اور نجات کا یہی گر اور اصول ہے انسان کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے سے تھکے نہیں نہ درماندہ ہو اور نہ اس راہ میں کوئی کمزوری ظاہر کرے۔ تم لوگوں نے اسوقت خدا تعالیٰ کے حضور میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے ایسا نہ ہو کہ یہ توبہ تمہارے لئے باعث برکت ہونے کی بجائے لعنت کا موجب ہو جاوے کیونکہ اگر تم لوگ مجھے شناخت کرکے بھی اور خدا تعالیٰ سے اقرار کرکے بھی اس عہد کو توڑتے ہو تو پھر تم کو دوہرا عذاب ہے کیونکہ جہاں تم نے معاہدہ کو توڑا ہے دنیا میں جب کوئی شخص کسی سے عہد کرکے اسے توڑتا ہے تو اس کو کس قدر ذلیل اور شرمندہ ہونا پڑتا ہے وہ سب کی نظروں سے گر جاتا ہے پھر جو شخص خدا تعالیٰ سے عہد اور اقرار کرکے توڑتا ہے وہ کس قدر عذاب اور لعنت کا مستحق ہوگا۔ پس جہانتک تم سے ہو سکتا ہے اس اقرار اور عہد کی رعایت کرو اور ہر قسم کے گناہوں سے بچتے رہو پھر اس اقرار پر قائم اور مضبوط رہنے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو وہ یقیناً تمہیں تسلی اور اطمینان دے گا اور تمہیں ثابت قدم کرے گا کیونکہ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے اسے دیا جاتا ہے میں جانتا ہوں کہ تم میں سے بعض ایسے بھی ہونگے جن کو میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے واسطے قسم قسم کے ابتلا اور مشکلات پیش آئیں گے لیکن میں کیا کروں یہ ابتلاء نئے نہیں ہیں جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی اس کی طرف جاتا ہے تو اس کے واسطے ضرور ہے کہ ابتلاؤں میں سے ہو کر گذرے یہ دنیا اور اس کے رشتے عارضی اور فانی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے ساتھ تو ہمیشہ کیلئے معاملہ پڑتا ہے پھر اس سے آدمی کیوں بگاڑے۔ دیکھو صحابہ کو کیسے کیسے ابتلا پیش آئے تھے ان کو اپنا وطن مال و دولت اپنے عزیز رشتہ دار سب چھوڑنے پڑے لیکن انہوں نے خدا کی راہ میں ان چیزوں کو مری ہوئی مکھی کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ خدا تعالےٰ کو اپنے لئے کافی سمجھا پھر خدا تعالیٰ نے بھی ان کی کسقدر قدر کی اس سے وہ خسارہ میں نہیں رہے بلکہ دنیا و آخرت میں انہوں نے وہ فائدہ پایا جو اس کے بغیر مل سکتا ہی نہیں تھا۔ اس لئے اگر کوئی ابتلا آوے تو گھبرانا نہیں چاہئے ابتلا مومن کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت روح میں عجز و نیاز اور دل میں ایک سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے آستانہ پر پانی کی طرح گداز ہو کر بہتا ہے۔ ایمان کا کا

مزاحم وغیرہ کے دنوں میں آتا ہے اسی وقت اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کرو۔ خدا تعالیٰ سے اب تمہارا نیا معاملہ شروع ہوا ہے کیونکہ وہ پچھلے گناہ بھی توبہ کے بعد بخشدیتا ہے۔ اور توبہ سے یہ مراد نہیں کہ انسان زبان سے کہدے اور عمل میں اس کا اثر ظاہر نہو نہیں توبہ یہ ہے کہ وہ دین اور خدا کی نافرمانیوں کو قطعاً چھوڑ دے اور نیکیاں کرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کرے۔

اب بے فکر رہنے کے دن نہیں ہیں خدا تعالیٰ کا تازیانہ ہوشیار کر رہا ہے تم کو خوب معلوم ہے کہ طاعون نے اس ملک کو کیسا تباہ کیا ہے اور سلسلہ فنا کا تصرف جاری ہے اور ثابت ہو رہا ہے کہ دنیا فانی ہے اب بھی اگر انسان اپنے اعمال کو درست نہ کرے تو یہ اس کی کیسی غفلت اور بدنصیبی ہے میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز بے فکر نہو۔ خدا تعالیٰ کے عذاب کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس وقت آ جاوے اور وہ غافلوں کو ہلاک کردیتا ہے جو دنیا میں مست ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بے باک اور شوخی اختیار کرتے ہیں۔

تم جانتے ہو کہ طاعون کے دن آتے ہیں اور معلوم نہیں کہ کون اس کے حملے سے بچے ہاں میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھتا ہے جو اپنے اندر سچی تبدیلی کرتے ہیں اور کسی قسم کا کھوٹ اور کجی دل میں باقی نہیں رکھتے بسا اوقات کہ جن شہروں میں طاعون پڑی ہے ان کو اس نے نہیں چھوڑا جب تک انہیں تباہ نہیں کر لیا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اس کے دورے بڑے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔ مجھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا ہی ظاہر کیا ہے اور خدا تعالیٰ کی کتابوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ شامت اعمال سے آتی ہے میں اس وقت دیکھتا ہوں کہ دنیا میں غفلت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے شوخی اور بیباکی خدا تعالیٰ کی کتابوں اور باتوں سے بہت ہو گئی ہے دنیا ہی دنیا لوگوں کا مقصود اور معبود ٹھہر گئی ہے اس لئے جیسا کہ پہلے کہا گیا تھا اور نبیوں کی معرفت وعدہ دیا گیا تھا میرے اس زمانہ میں یہ طاعون لوگوں کو متنبہ کرنے کیلئے آئی ہے مگر افسوس ہے لوگ اسے ابتک بھی ایک معمولی بیماری کہتے ہیں۔

مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ مت ملو بلکہ تم اپنے اعمال اور افعال سے ثابت کرکے دکھا دو کہ واقعی تم نے بھی تبدیلی کر لی ہے تمہاری مجلسوں میں وہ ہنسی اور ٹھٹھا نہیں جو دوسرے لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پایا جاتا ہے یقیناً سمجھو کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے وہی خدا ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے کوئی شخص دنیا میں کسی قسم کی راحت اور کوئی نعمت حاصل نہیں کر سکتا مگر اسی کے فضل اور کرم سے۔ ایک پتہ بھی اس کے فضل بغیر ہرا نہیں رہ سکتا۔
اس لئے ہر وقت اسی سے سچا تعلق پیدا کرے

اور اس کی رضا جوئی کی راہ پر مضبوط قدم رکھے اگر وہ اس بات کی پابندی کرے گا تو یقیناً اسے کوئی غم نہیں ہے ہر قسم کی راحت صحت تحفظ وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے جب انسان کا وجود ایسا نافع اور سود مند ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو ضائع نہیں کرتا جیسے باغ میں کوئی درخت عمدہ پھل دینے والا ہو تو اسے باغبان کاٹ نہیں ڈالتا بلکہ اسکی حفاظت کرتا ہے اسیطرح نافع اور مفید وجود کو اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض

جو لوگ دنیا کے نفع رسان لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمریں بڑھا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جو سچے ہیں اور کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور فرمانبردار بندے ایسی بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں۔ میں اس بات کو کبھی ہونا نہیں چاہتے کہ کثرتی بیعت اور اقرار سے کچھ نہیں بنتا بلکہ انسان زیادہ ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتا ہے۔ اصل فائدہ کیلئے ضرورت ہے حقیقی ایمان اور پھر اس ایمان کے موافق اعمال صالحہ کی جب انسان یہ خوبی اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حقیقی مومن اور اس کے غیر میں ایک امتیاز رکھا جاتا ہے اسے ممتاز کیا جاتا ہے اور اس امتیاز کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں فرقان ہے آخرت میں بھی مومن اسی فرقان سے شناخت کئے جائیں گے اور کافر فاسق فاجر کے منہ سیاہ ہو جائیں گے اس دنیا میں بھی دیکھا جاتا کہ مومن ہمیشہ ممتاز رہتا ہے۔ اسکے اندر ایک سکینت اور اطمینان بخش روح ہوتی ہے اگرچہ مومن کو دکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ اور قسم قسم کی مصائب اور شدائد کے اندر سے گذرنا پڑتا ہے خواہ لوگ اس کے گھر بھی برے نام رکھیں اور خواہ اس کے تباہ اور برباد کرنے کیلئے کچھ ہی ارادے کریں لیکن آخر وہ بچا لیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے عزیز رکھتا ہے اس لئے دنیا اس کو ہلاک نہیں کر سکتی مومن اور اس کے غیر میں امتیاز ضرور ہوتا ہے اور یہ سب ان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے خدا کی آنکھیں خوب دیکھتی ہیں کہ کون بد اور شریر ہے خدا کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ پس تم دنیا کی پروا نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو۔ یہ امر کہاں تک کہا کہ ظاہری رسم ہی کافی ہے نہیں امن اسوقت آتا ہے جب انسان سچے طور سے خدا تعالیٰ کے حرم میں داخل ہو۔

پس اب بڑی تبدیلی کا وقت ہے اور خدا تعالیٰ سے بھی صلح کے دن ہیں بعض لوگ ہی غلط فہمی اور شرارت سے اس سلسلہ کو بدنام کرنے کے لئے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سے بھی بعض آدمی طاعون سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ میں نے بارہا اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر واقع ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار پر جو عذاب آیا تھا وہ تلوار کا عذاب تھا۔ حالانکہ وہ ان کے لئے مخصوص تھا لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ میں سے بعض شہید نہیں ہو گئے؟ اسیطرح یہ بھی سچ ہے کہ اس سلسلہ میں سے بھی بعض لوگ طاعون سے شہید ہوئے ہیں مگر یہ بھی تو دیکھو کہ ان کے ذریعہ سے ہمارا نقصان ہوا ہے یا دوسروں کا۔ ہماری جماعت کی تو ترقی ہوتی گئی ہے اور ہو رہی ہے۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ انفع الناس ہیں۔ اور ایمان، صدق و وفا میں کامل ہیں وہ یقیناً بچائے جاویں گے۔ پس تم اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرو۔ اپنے رشتہ داروں اور بیوی بچوں کو بھی سمجھاؤ اور یہی تلقین کرو۔ اور دوستوں کے ساتھ بھی شرط دوستی رکھو کہ وہ بدی سے بچیں۔ پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ سختی نہ کرو۔ اور نرمی سے پیش آؤ۔ جنگ کرنا اس سلسلہ کے خلاف ہے۔ نرمی سے کام لو۔ اور اس سلسلہ کی سچائی کو اپنی پاک باطنی اور نیک چلنی سے ثابت کرو۔ یہ میری نصیحت ہے اسکو یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں استقامت بخشے آمین۔

بیعت کا سلسلہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روانگی تک برابر جاری رہا ہو ر نومبر کو روانگی کیلئے سفر ہو گیا تھا۔ سیالکوٹ کی جماعت کے لئے حضرت اقدس کی جدائی شاق تھی گو مجبور تھے۔

واپسی دارالامان کو ۳ر نومبر کی صبح کو پھر غیر معمولی تحریک سیالکوٹ کی سرزمین میں ہی جسے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے اور ملائکہ اور شیاطین کے درمیان ایک جنگ ہو رہی ہے۔ سیالکوٹ کا یہ سفر خاص تموج میں تھا۔ یہ بات کوئی معمولی بات نہیں کہ حضرت اقدس کو جبکہ وطن کی آبادی ایک دفعہ نہیں تین دفعہ کیلئے طور پر دیکھ چکی تھی اور حضرت اقدس میں کوئی جذب اور کشش نہ تھا تو وہ کیوں بار بار آپ کے دیکھنے کو جمع ہو جاتی تھی بلکہ حضرت اقدس کی پرزور مخالفت اور آپ کے سلسلہ کی وقعت کو کم کرنے کے لئے تو مناسب تھا کہ ایک متنفس بھی باہر نہ آتا۔ مگر برخلاف اس کے باوجود اس مخالفت عظیم کے باوجود مرتبہ کی پہلی زیارت کے آج صبح پھر سے یہ وہ در و دیوار کوچہ اور بازار جو کل صبح کو بھرے ہوئے تھے سیالکوٹ کے رہنے والوں سے بھرے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس کوچہ میں جہاں حضور کا قیام تھا گذرنا مشکل ہو رہا تھا اور پولیس بھی آسانی کے ساتھ انتظام نہ کر سکتی تھی۔ مخالف الرائے مولویوں نے آج بھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ادھر آنے سے روکنے کیلئے ہر چند کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

جماعت سیالکوٹ نے ۸ بجے تک کل مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ کر دیا اور وقت سفر بند ہونے لگا۔ ۱۱ بجے کے قریب حضرت باہر تشریف لائے اور سٹیشن پر چلنے کیلئے تیار ہو گئے آپ سے پہلے حضور کا کو حضرت میر ناصر نواب صاحب کے زیر حفاظت سٹیشن پر پہنچا دیا گیا تھا۔

بابرکت قدم جب حضور باہر تشریف لائے تو وہی حالت دیکھی نظارہ تھا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جیسے شمع پر پروانہ گرتے ہیں اسطرح مخلوق گرتی تھی۔ حکیم میر حسام الدین صاحب نے عرض کیا میاں نیاز علی حضور کا ایک خادم چاہتا ہے کہ آپ اس کے گھر میں بابرکت قدم ڈالیں حضور نے منظور فرمایا اور اس خوش قسمت شخص کے گھر جو بازار کے راستہ ہی تھا تشریف لے گئے۔ تشریف لاتے ہی حضور گاڑی پر سوار ہو گئے۔ وہی جلوس وہی انتظام پولیس وہی نظارہ وہی مجمع موجود تھا جو کل (گذشتہ کل) ہم لکھ چکے ہیں۔

ریلوے سٹیشن جس مقام پر حضور گاڑی سے اترے تھے اس مقام پر حضور کی سواری پہنچ گئی اور آپ ایک ریزروڈ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ آپ کے خدام ایک دوسری ریزروڈ گاڑی میں سوار ہوئے سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین اور خدام کا موجود تھا۔ اور خدام کے چہروں سے حسرت ٹپکتی تھی ان کے چہرہ بتا رہے تھے کہ ابھی وہ سیر نہیں ہوئے اور چاہتے ہیں کہ خدا کا مسیح ابھی عرصہ دراز تک ٹھہرا رہے۔ اور وہ خدمت اصحاب کے ثواب سے اور دامن بھریں۔ نیۃ المومن خیر من عملہ یقیناً وہ اپنی نیت کے ثواب سے محروم نہیں ہونگے۔

گاڑی کی روانگی گاڑی اپنے وقت پر بالکل سٹیشن سے روانہ ہوئی اور یوں نوع انسان کے خادم و مخدوم عاشق و معشوق و محب و محبوب ان لیلائے قوم و مجنون قوم کو لیکر وہ سے مراد ہوئی جلدی۔ سٹیشن السلام علیکم اور بسلامت روی و بازآئی اور خدا حافظ کے آوازوں اور نعروں سے گونج اٹھا۔

اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کے حالات کا بھی کسیقدر نقشہ کھینچ دیں جو ہمارے مخالف علماء کے تیار کردہ گروہ تھے دکھائے۔ کیونکہ نہیں ہمارے لئے عبرت ہے قوم کی ایسی مردہ حالت توجہ کرنے کے قابل ہے وہ ضرورت امام کا زندہ ثبوت ہے وہ اپنی جگہ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر (معاذ اللہ) نفرین کرتے تھے مگر انکی یہ گری ہوئی حالت نہیں ان کی مسخ شدہ حالت پکار پکار کر قائل کرتی تھی زبان فریاد میں ہر دو گروشتہ بید نصرت را اور خدا کا مامور و مرسل مسلمانوں کی ایسی گری ہوئی حالت کو مشاہدہ کرکے اپنی عملی حالت سے کہہ رہا تھا۔

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ظالموں۔ مولویوں۔ صوفیوں اور اصلاح قوم کے مدعیوں نے جو گروہ سیالکوٹ میں رکھ چھوڑا تھا اسکا نمونہ دکھانا ہمارے ناظرین یقیناً لاحول پڑھیں گے لیکن ہم دینے پر مجبور ہیں کیونکہ یہ وہ تاریخ ہے جسکا ذکر ہم خدا تعالیٰ کی کتاب میں پڑھا کرتے ہیں یہی حالت ان لوگوں کی اس امر کی دائمی شہادت ہے کہ خدا کا کوئی مامور اور مرسل اس وقت آوے۔ کیونکہ قوم میں عام اخلاق کا فقدان ہی تو نہیں ہے جو ایک شریف آدمی میں ہونے چاہئیں۔ جو دوسری قوموں میں خواہ کافر ہی کیوں نہ ہوں پائے جاتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اپنے الفاظ میں ان حالات کو ادا کریں بلکہ اپنے ہمعصر اہلحدیث سے نقل کر دیتے ہیں چنانچہ ان سے (یعنی مخالف مسلمانوں نے مرزا صاحب الحکم) جہانتک ہو سکا انہوں نے مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت جب تو ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا ویسا ہی پتھر برسا کر رکھا بلکہ ایک مزید بات یہ بھی ہوئی جو سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن کی ضد میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھدیا۔ یعنی گاڑی کے وقت سٹیشن سے ایک طرف پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنون میں ننگے ہو کر ناچتے تھے ...... تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے (اہلحدیث ۱۱ نومبر ۱۹۰۴)

یہ الفاظ اہلحدیث کے ہیں وہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہی اخلاقی اور عملی حالت کا گر جانا کیا اس امر کی دلیل نہیں کہ مسلمانوں کے لئے ایک مامور کی ضرورت ہے جو اپنی قوت قدسی سے ان کا تزکیہ نفس کرے جب کہ شارع عام پر ننگا ہو کر ناچنا ہم نے کیا سیالکوٹ کے ان مسخ شدہ مسلمانوں نے جنہوں نے ایسی حرکات کیں تو اس وقت کی بے حرمتی نہیں کی۔ ہم نہایت درد دل سے انکی اس حالت کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو اپنے دلوں میں قوم کا درد اور مسلمانوں کی حالت پر نوحہ خوانی کا درد رکھتے ہیں۔ کہ کیا افریقہ کے وحشیوں سے بدتر حالت نہیں ہو گئی کیا ان مولویوں، صوفیوں اور واعظوں نے جو بہت دنوں سے سیالکوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اپنی قوت قدسی کا یہی اثر دکھلایا تھا؟

مسلمانو! ذرا انصاف کیجیو خدا لگتی!

وہ اگر حضرت مرزا صاحب سے بیزار تھے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی اخلاقی حالت کا بہترین نمونہ دکھاتے۔ اور نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے اور دکھا دیتے کہ قرآن کریم نے ان کی ایسی اصلاح کی ہے یا کم از کم وہ ان صوفیوں اور حاجیوں حافظوں کی قوت قدسی کے ثبوت کیلئے خواہ خاموشی ہی ہو تا اخلاق پر ہوتے مگر ان سے جو سرزد ہوا ہے وہ وہ فعل ہے جو اخلاقی طور پر اور پھر قانونی طور پر خلاف جرم ہے۔

بخدا امہات المومنین نام کتاب پڑھ کر ہمیں درد اٹھا تھا کہ یہ کیسے سنگدل اور اخلاق کو چھوڑ بیٹھے

(جان محمد)

والی قوم ہے جو ازواج مطہرات پر جن کی تطہیر خود خدا تعالیٰ کرتا ہے ایسے الزام بیہودہ رذیل بے حیائی سے لگاتے ہیں لیکن مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر عیسائی قوم کا گلہ جاتا رہا اور اپنی ہی قوم پر آنسو بہانے کی ضرورت پیش آتی ہے ؎

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد

ہم نے تاریخ میں پڑھا تھا کہ حضرت سید ولد آدم فخر اولین و آخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل طائف کو تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو ان جفاکاروں نے اس مقدس و مطہر وجود پر اینٹوں اور پتھروں کا مینہ برسایا اور جہال اور لڑکوں کے گروہ کو پرخاش آمادہ کیا جنہوں نے آپ کو پتھر مارے اور گالیاں دیں۔ ایسی حالت میں قریب تھا کہ آسمان ٹوٹ پڑتا اور زمین شق ہو جاتی اور ان شریروں کو بھسم کر جاتی۔ اس عظیم الشان فضل و رحمت کو انہوں نے بہت بیدردی اور جفاکاری کے ساتھ رد کیا۔ اور سید المعصومین کو وہ دکھ دیا جس کے بیان کرنے کے لئے زبان قلم اور قلم زبان طاقت نہیں رکھتی۔

ٹھیک یہی نمونہ سیالکوٹ کی اس جماعت نے جو مسلمانوں کے چیدہ برگزیدہ علما نے چند روز پہلے وعظ کر کے طیار کی تھی دکھایا۔ خدا کا مامور و مرسل انہیں آیا تاکہ انہیں خدا کا پیغام سنائے اور تقرب الی اللہ کی راہیں دکھائے۔ مگر انہوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا وہی جو اہل طائف نے کیا تھا۔ گالیاں دیں ننگے ہو کر ناچے اور بالآخر پتھر مارے۔ مگر خدا کے مامور نے ان کو کیا جواب دیا وہی جو سید الانس و الجان صاحب خلق عظیم ان احمد نے مخدوم و مطاع ہو احمد کی نے دیا تھا یعنے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت حجۃ اللہ ان لوگوں کی ان جفا کاریوں کو دیکھتے اور کبھی ان سے دل ہی دل میں یوں خطاب کرتے

اے ستمگر مکن بخوف الہی صبور باش
تا خود خدا عیان کند آن نور مختفم
آخر خواندہ گر گمان نکو کنید
چون سیرتی بروں زصد روش برادم
بر من کشی تو چندین خنجر زبان
از خود نیم ز قادر ذو المجد اکرم
مامورم و مرا چہ درین کار اختیار
رو این سخن بگو بخدا و ندآمرم
اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغبان بترس کہ من شاخ مثمرم

* نوٹ اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا جو آپ نے طائف کے جفاکاروں کی ایذا رسانی کے بعد کی درج کر دینی مناسب معلوم ہوتی تھی۔

اے قوم ہم بگفتہ من تنگدل مباش
زاول چنین مجوش ببین تا با آخرم
اے قوم من بصبر نظر سوئے غیب دار
تا دست خود بعجز ز بہر تو گسترم

اور کبھی اپنے مولے کریم کو خطاب کر کے یوں درد دل کا اظہار فرماتے۔

ہر شب ہزار غم بمن آید ز درد قوم
یا رب نجات بخش ازین روز پر شرم
یا رب بآب چشم من آن کس شان بشو
کامروز ترشدہ است ازین سوز بسترم
امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند این وقت خوشترم
در تنگنائے حیرت و فکرم ز قوم خویش
یا رب عنایتے کہ ازین فکر مضطرم
نے چشم ماندہ است و نہ گوش و نہ رود دل
ہر یک زبان شان کہ نیزہ زد یک دم
بد گفتن از نوع عبادت شمردہ اند
در چشم شان پلید تر از ہر سگ درم

اور پھر اپنے دل کو خطاب کر کے کہتے کہ

اے دل تو نیز خاطر ایشان نگاہدار
کآخر کنند دعوے حب پیمبرم

پھر اپنے استغنا کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کرتے

از طعن دشمنان خبرے چون شود مرا
کاندر خیال دوست بخواب خوش اندرم
بو بوئے عاشقان نرساند زبان کس
من ہر زمان ز نافۂ یادش معطرم

اسطرح پر وہ لوگ اپنی اخلاقی اور عملی حالت کا نمونہ اینٹ پتھر پھینک کر اور گالیاں دے کر دکھاتے رہے اور گاڑی نے چند ہی منٹ میں ان کو نظر سے دور کر دیا اسوقت خود انہیں بھی شرم آئی ہو گی کہ ہم سے جو حرکت ہوئی وہ ہی نہیں کہ اسلام کے منشاء و مقاصد سے دور تھی بلکہ انسانیت سے بھی بعید۔ اور ان کی یہ مسخ شدہ حالت بیّن ثبوت تھا

ضرورت امام کا

مبارک وہ جو اس پر غور کریں اور انکے جو سمجھ بھی نہیں رکھتے ہیں کا مصداق ہو کر توبہ نہ کریں۔

غرض

واپسی پر ہر اسٹیشن پر وہی اژدہام اور رونق ہوتی تھی۔ جس سے خدا تعالیٰ کے اس کلام کی کہ

مین تیرا نام آفاق مین پہنچاؤں گا

کی تصدیق ہوتی تھی۔

سٹیشن وزیرآباد اور پادری سکاٹ

وزیر آباد سٹیشن پر بڑی ہجوم اور کثرت زائرین تھی جو پہلی تھی۔ حافظ غلام رسول صاحب نے بیسیوں حبّہ اور سوڈا واٹر کی دعوت اپنے بھائیوں کو دی۔ اس مرتبہ اس سٹیشن پر ایک عجیب بات جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ ڈسکہ کا مشنری پادری سکاٹ صاحب حضرت اقدس سے آ کر ملا۔

پادری سکاٹ صاحب کے ساتھ ہمارے مکرم بھائی شیخ عبد الحق صاحب نو مسلم کے ہی عیسائیت کے ایام میں دوستانہ تعلقات تھے۔ پادری صاحب نے حضرت اقدس کے پاس آ کر پہلے سلسلہ کلام شیخ عبد الحق ہی سے شروع کیا کہ آپ نے ہمارا ایک لڑکا لے لیا۔ اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں جبکہ ہم نے پہونچکر اس گفتگو کو قلمبند کرنا شروع کیا

پادری سکاٹ۔ آپ میں اور عیسوی مذہب میں کیا اختلاف ہے؟

حضرت اقدس۔ موجودہ عیسوی مذہب اور ہم میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ البتہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیم اور مذہب اور ہمارے ذہب کے اصولوں میں اختلاف نہیں ہے وہ بھی خدا کی پرستش کرتے اور اسکی توحید کا وعظ اور تبلیغ کرتے تھے اور دوسرے تمام نبی بھی یہی تعلیم لیکر آتے تھے۔

پادری سکاٹ۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے موجود ہیں۔

حضرت اقدس۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کسقدر فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور اصولوں میں بھی متفق نہیں۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں ہے اصول سب کے ایک ہی ہیں۔

پادری سکاٹ۔ ان عیسائی فرقوں میں سے آپ کس کو حق پر سمجھتے ہیں۔

حضرت اقدس۔ میرے نزدیک تو راستباز وہی فرقہ تھا جو حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کا تھا۔ اس کے بعد تو اس مذہب کی مرمت شروع ہو گئی اور پھر ایسی تبدیلی شروع ہوئی کہ حضرت مسیح کے وقت کی عیسویت اور موجودہ عیسویت میں کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔

پادری۔ اس کی خبر آپ کو کہاں سے ملی۔

حضرت اقدس۔ پیغمبروں کو خدا تعالیٰ ہی سے خبریں ملا کرتی ہیں میں بھی خدا ہی سے خبریں پاتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں۔

پادری۔ اسمیں شک نہیں کہ پیغمبروں کو خدا سے ہی خبر ملتی ہے۔

اس مقام تک جب پہونچے تو پادری صاحب کی نظر ایڈیٹر الحکم پر پڑی جو اس گفتگو کو قلمبند کر رہا تھا۔ پادری صاحب نے دیکھ کر گھبرائے اور بولے یہ کون نوٹ کر رہا ہے جب ان کو یہ کہا گیا کہ یہ الحکم اخبار کا ایڈیٹر ہے جو اس سفر میں حضرت کے ساتھ ہے اور حالات سفر قلمبند کر کے شائع کرے گا تو پادری صاحب بولے میں اب جاتا ہوں یہ تو شائع کر دیں گے انہیں کہا گیا کہ حرج ہے دوسرے لوگوں کو فائدہ ہو پہونچیگا مگر ہم سچ کہتے ہیں اور اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ پادری صاحب کی گھبراہٹ کا اندازہ کر سکتے ہیں ہر چند وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس سلسلہ کلام کو یہاں چھوڑ دیں مگر حاضرین نے انہیں سلسلہ کلام جاری رکھنے پر اصرار کیا اور کہا کہ اگر آپ کو نہیں تو ہم لوگوں کو فائدہ پہونچ جاوے گا اس اصرار پر انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ اور پھر بولے تو یہ بولے۔

پادری۔ تمہارے بہت سے چیلے ہیں یہ ملاقات کر دیں۔

حضرت اقدس۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ خواہ مخواہ ایک قوم پر جس کو نیک چلنی انکسار اور تواضع کی تعلیم دی جاتی ہے حملہ کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ میں انہیں موجود ہوں اور آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی انمیں سے بولتا بھی نہیں آپ یہ امید رکھتے ہیں آپ جسطرح چاہیں جو چاہیں مجھے کہیں ان میں سے کوئی بھی مخاطب بھی نہیں کریگا۔ ان کو یہ تعلیم نہیں دی جاتی۔ علاوہ بریں چیلے کا لفظ ٹھیک نہیں ہے گو اس لفظ کے معنی اور مفہوم برا نہو لیکن ہر ایک قوم کو اسی لفظ اور نام سے پکارنا چاہئے جو وہ اپنے لئے پسند کرتی ہے۔ یہ لفظ چیلے کا ہندوؤں کے ساتھ مختص ہے۔

پادری۔ میں نے سنا ہے سیالکوٹ میں بڑی رونق تھی۔

حضرت اقدس۔ ہاں بہت بڑا مجمع تھا۔

پادری۔ آپ لوگوں کو صرف ہدایت دیتے ہیں یا فضل بھی۔

حضرت اقدس۔ میری ہدایت کچھ چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ فضل نہو۔ کوئی آدمی کبھی ہدایت نہیں پا سکتا جب تک آسمانی فضل ہی اس کی دستگیری نہ کرتا ہے وہ میری شناخت اسے عطا کرتا ہے تب وہ میرے پاس آتا ہے اور وہ ہدایت اور معرفت لیتا جو مجھے خدا نے دی ہے۔ اور پھر یہ فضل سے ہی ہے

پادری۔ میں اس فضل کا ذکر نہیں کرتا جو آپ کو ملتا ہے بلکہ میں اس فضل کا ذکر کرتا ہوں جو ان کو ملتا ہے۔

حضرت اقدس۔ میں بھی تو اس فضل کا ذکر کرتا ہوں جو ان کو ملتا ہے ان کو پہلے تو وہ فضل ہی ہے جو میرے پاس لاتا ہے پھر جو فضل مجھے دیا جاتا ہے وہی فضل میری صحبت اور تعلق کی وجہ سے انمیں سرایت کرتا ہے جسقدر اعتقاد بڑھیگا اسیقدر یہ لوگ اور ہر ایک مخلص ارادت مند اس فضل کو جذب کرے گا۔ ان لوگوں کا تعلق میرے ساتھ درخت کی شاخوں کیطرح ہے جس جس قدر وہ شاخیں قریب ہیں اور اپنی سرسبزی اور زندگی میں تر و تازہ ہیں اسی قدر زیادہ وہ اس غذا کو جو جڑ کے ذریعہ درخت حاصل کرتا ہے جذب کرتی ہیں۔ اگر کوئی شاخ خشک ہو جاوے

** نٹ نوٹ۔ پادری صاحب کو در اصل گرجا کا خیال آگیا مگر انہیں معلوم نہیں تھا یا جان بوجھ کر گرجا کی بجائے تلواریں خریدنے کی تعلیم بیان نہیں کی بیان تو پوری پوری فروتنی اور انکساری کی تعلیم ہے۔ ایڈیٹر

پر جیسے وہ درخت کے ساتھ تعلق ہی رکھتی ہو لیکن اس غذا سے کوئی حصہ نہیں لے سکتی۔ اسیطرح پر شاگرد اور مرید شاخوں کی طرح ہی ہوتے ہیں جسقدر کوئی تعلق محبت اور حسن ایمان رکھتا ہے اور جسقدر زیادہ صحبت میں رہتا ہے اسی کے موافق وہ حصہ پاتے ہیں۔ **اول نفس خود** اس درخت میں ہی ہونا چاہئے۔ اگر اسمیں ہی کوئی قوت اور روح معرفت کی نہوگی تو وہ دوسروں کو کیا پھل پہنچا سکیگا۔

پادری۔ کس درخت کی شاخ

حضرت اقدس۔ وہ درخت جس کو خدا لگاتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔ جیسے میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور خدا نے مجھے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔

پادری۔ میں آپ کے دعوی کا اصل مطلب نہیں سمجھا کیا آپ مسیح کہلاتے ہیں؟

حضرت اقدس۔ تعجب ہے میرا دعوی تو عرصہ سے شایع ہو رہا ہے اور ولایت اور امریکہ تک لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے آپ کہتے ہیں کہ میں مطلب نہیں سمجھا ہاں میں مسیح کہلاتا ہوں اور خدا نے مجھے مسیح کہا اور مسیح کر کے بھیجا۔

پادری۔ وہ تو ایک ہی مسیح ہے۔

حضرت اقدس۔ اللہ تعالے کی ذات میں بخل نہیں ہے وہ ہزاروں مسیح بنا سکتا ہے چنانچہ ایک میں نمونہ موجود ہوں۔ جو زندہ مسیح ہے۔

پادری۔ انیس سو برس پیشتر آپ ایک مسیح دنیا میں آیا تھا۔ اور وہی مسیح مشہور ہے جسکی طرف یہودیوں کے عہد نامے میں اشارہ ہے کہ مسیح آئیگا اور وہ اس کے منتظر تھے اس کے سوا تو کوئی اور مسیح نہیں۔

حضرت اقدس۔ ہاں انیس سو برس پیشتر ایک مسیح آیا تھا۔ مگر جس مسیح کا آپ ذکر کرتے ہیں یا جس کو مانتے ہیں اس کا ذکر یہودیوں کے عہد نامے میں کہیں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کسی خدا مسیح کے منتظر نہ تھے بلکہ ایک نبی کے منتظر تھے اگر وہ کسی خدا یا خدا کے بیٹے کے منتظر ہوتے تو وہ اس کو مان لیتے۔

علاوہ بریں یہودیوں کے عہد نامہ میں جس مسیح کا ذکر ہے وہ نشان دو مسیحوں کیطرف جاتا ہے ایک وہ جو مسیح پہلے آیا دوسرا میں ہوں جو ساتویں ہزار میں آنے والا تھا۔ مسیح کی آمد ثانی کے تم لوگ بھی قایل ہو۔ لیکن دوسری آمد کو تم نے اسکی آمد سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اس سے مراد کسی اور کا آنا مراد تھا یعنے میرا آنا مراد تھا۔

دانیال نبی کی کتاب میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے۔

یہ ساتواں ہزار ہے جو آپکے دعوی کو باطل کر گیا ہے کہ وہی آنے والا تھا اس نے میری تصدیق کی۔ چنانچہ بڑے بڑے عیسائی فاضلوں نے مسیح کے آنے کا یہی زمانہ قرار دیا ہے اور آخر مایوس ہو کر امریکہ وغیرہ میں ایسے رسایل بھی شایع ہو گئے کہ دوبارہ آنے کا خیال غلط ہے آمد ثانی سے مراد صرف کلیسیا ہی ہے۔ اگر یہ وقت آنے کا نہ تھا تو ان لوگوں کو کیا مصیبت پیش آئی تھی کہ وہ ایسی تاریخیں کرتے یا انتظار کرتے۔ حقیقت میں آنیکا زمانہ یہی تھا۔ اور آنے والا آگیا مگر تھوڑے ہیں جو اسے دیکھتے بھی ہیں۔

اب آپ خواہ قبول کریں یا نہ کریں اور کوئی مسیح تو آنیوالا نہیں جس کا آپ کو انتظار ہے وہ مر چکا اور میں خدا کے وعدے کے موافق آگیا۔

پادری۔ جو دہوکا یہودیوں کو تھا وہی مجھے ہے کہ ایک مسیح دکھ اٹھائیگا دوسرا بزرگی پائے گا۔

حضرت اقدس۔ دراصل یہودیوں والا دہوکا تو آپ کو لگا ہوا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کے اپنے فیصلہ کو یاد رکھتے تو ٹھوکر نہ کہاتے۔ یہودیوں کو جو دہوکا لگا تھا وہ یہی تو تھا کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا ہی کا آنا مانتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ وہی ایلیا آئے گا۔ حالانکہ مسیح نے اس کا فیصلہ یہ کیا کہ آنیوالا ایلیا یوحنا کے رنگ میں آیا ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب اگر دوبارہ آنا مسیح ہوتا تو پھر ایلیا ہی کو آنا چاہئے تھا اسیطرح مسیح کی آمد ثانی ہے اس سے مراد وہ آپ ہی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ آپ کو یہودیوں والا دہوکا لگا ہے ورنہ میں تو وہی مسیح ہوں جو آنے والا تھا اور میرا وہی فیصلہ ہے جو ایلیا کے حق میں مسیح نے کیا

پادری۔ وہ ایلیا تو آچکا۔

حضرت اقدس۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ آچکا مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا یوحنا کو ایلیا نہیں بنایا گیا۔ اب میرے معاملہ میں آپ کیوں ٹھوکر کہاتے ہیں اور مسیح کے فیصلہ کو حجت نہیں مانتے۔

پادری۔ آپ معاف کریں میں جاتا ہوں۔

حضرت اقدس۔ اچھا۔

اس کے بعد پادری صاحب تشریف لے گئے ایڈیٹر الحکم نے ان سے جا کر پوچھا کہ آپ مہربانی کر کے مجھے اپنا نام بتا دیں۔ اسپر پادری صاحب کہنے لگے نام کی کیا ضرورت ہے۔ پھر کہا گیا کہ آپ کو بتانے میں کیا حرج ہے تو بتایا کہ میرا نام سکاٹ ہے اور میں ڈسکہ رہتا ہوں۔

پادری صاحب کی گاڑی کے پاس اکثر احمدی اسوقت بیٹھے تھے ان سے پادری صاحب نے پوچھا کہ کیا تم سچ مچ ان کو مسیح مانتے ہو جواب دیا گیا کہ خدا کے فضل سے ہم اس شخص کو خدا کا مرسل مسیح موعود مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ یہ وہی ہے۔

پھر پادری صاحب نے پوچھا کہ تم لوگوں میں اسکو مسیح ماننے سے کیا قوت آئی ہے اس کے جواب میں کہا گیا کہ ہم میں ایسا ایمان پیدا ہو گیا ہے جو آپ کے خدا مسیح کے شاگردوں کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد گاڑی نے وسل دیا اور ہم تو ان کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ البتہ سیالکوٹ کی جماعت ان سے گہری گفتگو کرتی رہی۔

اب گاڑی کے روانہ ہونے کا وقت قریب تھا لوگ مصافحہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ہم ایک امر کا تذکرہ اس واپسی کے قیام وزیرآباد کے متعلق بہول گئے ہیں وہ یہ ہے کہ کنارگلی نیز بہت سے آدمیوں نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔

ہاں

ہم کو یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ وزیرآباد ریلوے سٹیشن کے عملہ ریلوے کے ہم بہت ہی شکرگذار ہیں جنہوں نے اپنے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کیا۔ انتظام پورا رکھا اور یا کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ ہم زیارت سے محروم رہ گئے۔

جب حضرت سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں تو وزیرآباد کے عملہ سٹیشن کو سفر جہلم کے موقع پر حصول نیاز کا موقع نہ ملنے کے باعث ایک حسرت بھی اس لئے انہوں نے گاڑی کو تو بہرحال کاٹ کر دوسری ٹرین سیالکوٹ کے ساتھ لگانا ہی تھا اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ گاڑی کو دور تک لے گئے اور خود گاڑی کے پایدان پر سوار ہو گئے اور اسقدر عرصہ میں جسقدر ممکن تھا دل کھولکر زیارت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اس سفر میں تمام درمیانی سٹیشنوں سے بڑھکر وزیرآباد کے سٹیشن پر عمدہ انتظام تھا۔

واپسی پر قریباً ہر سٹیشن پر وہی مجمع اور وہی رونق تھی۔ بعد مغرب گاڑی لاہور پہونچی جہاں جماعت لاہور نے استقبال فرمایا اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کی طرف سے حضرت اقدس اور حضور کے ہمراہیوں کو کھانا دیا گیا۔

ہم کو ایک خاص ضرورت کے لئے لاہور خواجہ صاحب کے مکان پر اترنا پڑا اور حضرت اقدس اسی شام کو بٹالہ ہوتے ہوئے شب باش ہوئے

قیام بٹالہ کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلی مرتبہ جماعت بٹالہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ اس نے حضرت حجۃ اللہ اور خدام مسیح موعود کی دعوت کی سٹیشن سے اترتے ہی چاء اور کھانا دیا گیا اور صبح کے لئے سرائے متصل سٹیشن میں ہی انتظام کیا گیا۔

دارالامان میں داخلہ بہت سے خدام بٹالہ پہونچ گئے تھے اور بعض راستہ ہی میں استقبال کے لئے جا رہے تھے۔ ۱۰ بجے کے قریب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر و عافیت سے دارالامان واپس پہونچ گئے۔ حضور کی واپسی اور داخلہ دارالامان پر حافظ روشن علی صاحب تلمیذ حضرت حکیم الامت نے خیرمقدم کے طور پر ایک عربی قصیدہ لکھا جس کو ہم ذیل میں مع ترجمہ درج کر دیتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الامام فابشروا یا اخوتی
اے میرے بھائیو تمہیں خوشخبری ہو حضرت امام تشریف لائے ہیں
قوموا الی استقبالہ یا احبتی
اے پیارو اٹھو ان کے استقبال کو چلیں
فاقضوا منا یا کم بوجہ حبیبکم
اپنی آرزوؤں کو اپنے حبیب کا چہرہ دیکھکر پورا کرو
لا تغفلوا انتبہوا بالقوۃ
غفلت مت کرو۔ ہمت کے ساتھ چوکس ہو جاؤ
یا من دعوت الناس وقت ہلاکہم
اے وہ جس نے لوگوں کی ہلاکت کے وقت
دعوی المحبۃ الی جنان النعمۃ
پیار کر کے ان کو نعمت کے باغوں کی طرف دعوت کی
اعطیت من رب السماء رسالۃ
تجھے آسمان کے رب کی طرف سے رسالت دی گئی ہے
توجت من مولاک تاج العزۃ
اور تیرے مولی نے تجھے عزت کا تاج پہنایا ہے
یا حبذا احبابکم یا الہدی
اے بہت پیارے اور معزز دوست سیدھی راہ کیطرف
ہاد و مہد ناطق بالحکمۃ
ہدایت کرنیوالے اور حکمت کی باتیں سنانے والے
انا نری فی وجہک المتہلل
ہم تیرے چمکتے ہوئے چہرہ میں ایک ایسی روشنی دیکھتے ہیں
نورا یباری البدر قامع ظلمۃ
جو کہ چاند کی روشنی سے مقابلہ کرتی اور ظلمت کو دور کرتی ہے
واللہ انک قد بعثت لخیرنا
اللہ کی قسم تو ہماری بہتری کیلئے بھیجا گیا ہے
بطل من الرحمن جئت بعظمۃ
تو ایک میدان کا بہادر رحمن کیطرف سے عظمت کے ساتھ آیا ہے
یا قمر ارض الہند نور ارضنا
اے ہند کی زمین کے چاند ہماری زمین کو روشن کر
اسرج سراج قلوبنا بالمنۃ
اور ہمارے دلوں کو اپنے احسان سے منور کر
یا غیث ماء الوحی ردعکتابہ
اے وحی کے پانی کی بارش اور اسکی کتاب کے مددگار
امطر علی غبرائنا بالرحمۃ
ہماری زمین پر رحمت کا مینہ برسا

تحقیقات مسئلہ عزاداری حسین

بقیہ مضمون گذشتہ

لطیفہ دوم اینکہ گریہ بر حسین کردن ثواب عظیم دارد و موجب دخول جنت است این قول شان از عقل و نقل ہر دو مردود و ثابت مے شود. تا وقتیکہ ثابت نمیم کہ گریہ بر حسین کردن با ثواب و دخول جنت چہ نسبت دارد و ہرگز تجویز نتوان کرد کہ گریہ چنین ثواب دارد یا دیگر اول مناسبت و تعلق گریہ با ثواب معلوم شود اگر گریہ چنین با ثواب و دخول جنت متناسب باشد یا تعلق با وے نداشتہ باشد کلیہ ثواب و حصول دخول جنت با عمال مے شود و تحصیل ثواب و عذاب منحصر بر اعمال نیک و بد است و نتیجہ اعمال نیک و بد دخول بہشت و نار است پس اول باید ثابت شود کہ گریہ بر حسین کردن از اعمال نیک است و این سخن از احادیث موضوعہ ثابت نے شود (من بکی او ابکی الخ) این چنین احادیث بے سند را مولانا شاہ عبدالعزیز مرحوم بگوش شتر تشبیہ دادہ. و این معنے از محقق است کہ کتاب اللہ افضل ترین اقوال و احادیث و ارجح ترین براہین است پس ہر مومن بصیر را کہ امی غالب نباشد لازم است کہ در کتاب مجید و فرقان حمید نظر کند کہ تعلیم الٰہی در باب مصائب و تکالیف بعیت گرچہ تکلیف گوش باشد یا غیرش. اگر از قرآن کریم بکا کردن، و مرثیہ خواندن جزع و فزع نمودن و شبیہ ساختن و واقعات گذشتہ بیاد آوردن ثابت شود فیہا و الا فلا. پس حکم الٰہی در باب مصایب اینست. ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرين. الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون. اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون- (پ ۲ س البقرۃ)

معلوم شد کہ سنت اللہ از برائے امت اینست کہ خداوند عالم ایشان را در ابتلا ہا بیازماید پس ہر کہ صبر و شکر الٰہی در مصایب بجا آرد مستوجب ثواب و رحمت گردد و سکینہ و طمانیت الٰہی بروے نزول نماید ہمچنانکہ امام کامل حسین علیہ السلام در ابتلا و امتحانہ شدید پس با غایت صبر و تحمل و آزمایش الٰہی رضا بقضائے الٰہی دادہ حمد و شکر الٰہی بجا آورد و تا آخر شربت شہادت نوشید از حسین امام و مقتدا وقت باید کہ از عملش نصیحت بیاموزی کہ در نزول بلا و ابتلاء الٰہی چہ قدر صبر و شکر بجا آوردہ کہ مثل زنان و اہل جہان شور و واویلا آغاز نہی سر و روئے خود را کوبی و سینہ را کوبی علے حسین کردہ تو ہم کن فعل امام و مقتدا از برائے پیرو متبع ہدایت عظیمے باشد. فتدبر.

گریہ کردن چند صورت دارد. این اقسام را در امثال بیان کنیم تا از برائے عوام سہل الفہم افتد (۱) پدر و مادر کسے بمیرد (۲) رفیق و عزیز کسے بمیرد (۳) پیر و مرشد و پیشوا کسے وفات یابد پس در ہمہ صور لابد است کہ حق صحبت و احسانات و محبت و الطاف ایشان را بیاد آورد و گریہ و چارہ ازین نیست و این سخن از اقتضائیات بشریہ است و رجحان طبایع و نفوس بایچنین اندوہ و گریہ کثیر الوقوع است و سیل بطرف آن از جبلت مرکوز. اما با وجود این صبر نمودن و ضبط خویش کردن. انا للہ وانا الیہ راجعون. خواندن در بروئے عمل کردن اولاً از جملہ مستلزم ثواب و رحمت و صلوۃ است پس خداوند عالم در آیہ وافی ہدایہ طریق رشد و صلاح بیان فرمودہ تا ہر کہ خلاف خواہشات و اقتضائیات نفس و طبیعت بکند مورد رحمت باشد. بے چنین است کہ ثواب بکار ہائے قائم مے شود کہ نفس را در مشقت اندازد و خلاف نفس بر نفس دشوار آید پس در مصائب صبر کردن چون بر نفوس بشریہ خیلے دشوار است مثلاً پدر کسے وفات یافتہ و مثیل عیشش نفس او افتاد حالا چنان ضبط گریہ و جزع کند گریہ را ضبط نمودہ صبر نماید و رضا بقضا دادہ واقعہ را بخدا سپارد. اگرچہ طبیعت و نفس مجبور است کہ گریہ کند و جزع آغاز نہد مگر خداوند عالم او را حکم بصبر مے فرماید. پس اگر قول خدا را مقدم داشت مستوجب ثواب و اجر خواہد بود و اگر بے صبری کردہ فریاد و ماتم آغاز نہاد از ثواب محروم مے شود.

قسم چہارم. مصائب و تکالیف گذشتگان بیاد آوردہ گریہ کند. این صورت بر دو قسم است. صورت اول اینکہ فیض صحبت ایشان را در یافتہ باشد. دوم عہد ایشان را نیافتہ و از صحبت شان مستفید نگشتہ، غائبانہ گریہ میکند. صورت اول مثل اقسام مذکورہ است کہ بیان کردیم لاکن صورت دوم اینکہ عہد امام را نیافتہ و نہ واقعات او را عیناً دیدہ بلکہ واقعات و مذکورات ماضیہ را از کتب سیر و تواریخ و اخبار و آثار خود خواندہ یا از علما و ذاکرین و قصہ گویان شنیدہ گریہ میکند پس ہیچو چشم گریہ قدرے تقنع با خود دارد و طبیعت را اجبار لازم افتد تا واقعات مذکورہ در تخیل جا بگیر شوند و اثرے در قوائے متخیلہ و احساس دماغ پیدا کنند. ہمین جا است کہ بانیان این امر با صنعت و وضع شبیہ در کار افتادند پس ہچو ہم بکا کہ حصرش بر مذکورات ماضیہ است و واقعات ماضیہ و مذکورات کہ در کتب تواریخ و اخبار بیان شدہ دو قسم اند صحیح و غیر صحیح پس ماے بنیم کہ ذاکرین مصائب حسینی گرد اکثر عجب و عجم علی العموم بیان کنند یا در کتب اثار و احادیث روایتاً مندرج اند چہ صورت دارد یا واقعات مصائب حسینی بروایت صحیح محصور اند یا در تحقیق و تنقید روایات. امتیاز ثابت و غیر ثابت چنانکہ قاعدہ محدثین است درین روایات کردہ اند یا نہ پس از مباحث گذشتہ دریافتی کہ علماء تشیع درین روایات مصائب حسینی و فضائل ہیچ تحقیقات نکردہ اند و ہمہ رطب و یابس کہ در اخبار آمدہ در کتب کردہ اند و از ضعف و مجروح بودن روایت. و از تعارض و تخالف اغماض کردہ بقاعدہ مسامح ہمہ را صحیح پنداشتہ اند. حاصل کلام اینکہ گریہ کردن بر نفس خود از خوف الٰہی و احوال روز جزا و ندامت خوردن بر اعمال و افعال ناشائستہ خود از قرآن مجید ثابت است و ہو ہذا.

فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون (پ ۱۰ التوبہ) افمن هذا الحديث تعجبون وتضحكون ولا تبكون (پ ۲۷ س النجم) ويخرون للاذقان يبكون ويزيدهم خشوعا (پ ۱۵ س بنی اسرائیل)

پس این بکا کہ از قرآن مجید ثابت است از بحث ما خارج است. بحوث ما در گریہ قسم چہارم است پس قبل ازین کہ در قرآن کریم نظر کنیم در آیات قرآنی بحث کنیم اول در روایاتے کہ مولوی ابوالقاسم لاہوری ازان استدلال کردہ نگاہے کنیم و بعد ازین بحثے مفصل و مشرح بر آیات بیان کردہ مولوی خواہیم کرد ان شاء اللہ دریں اہل نظر بحقیقت علمیت و قرآن دانی مولوی صاحب را ظاہر و منکشف خواہیم نمود و اہل حق را حظے وافر خواہیم بخشید بر دیدہ اہل حق واضح خواہد شد کہ ہیچ قسم گریہ بر غیر کردن از کتاب مجید و فرقان حمید در محل مدح ہرگز ثابت نیست رجا کہ سنت مؤکدہ باشد و کلیہ ثواب و دخول جنت بران منحصر باشد (الف ... تا ناظم) و حق اینست کہ بحث قرآن کریم بسیار لطیف است و تدبر فی القرآن بشا براہ تحقیق و منزل مقصود سلامتی و سالمی را ہے رساند. والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا. خلاصہ کلام. گریہ کردن امر سنت جد او سنت بودن گریہ امر سنت جد مولوی ابوالقاسم صاحب احادیث در اثبات مطلب خود از صحیح نسائی و ترمذی و مشکوۃ نقل کردہ و چند احادیث دیگر از حلیۃ ابو نعیم و غنیۃ الطالبین و سر الشہادتین و دلائل النبوۃ وغیرہ نیز بدلیل آوردہ اند. چون بندہ حقیقت احادیث مصایب را از برائے تو شرح و مفصل از اقوال خود علماء تشیع واضح ساخت پس حاجت بحوالہ کتب سنیان ندارد قاعدہ علماء تشیع است کہ در گریبان خویش نظرے انداز خود خبر خانہ خود نے گیرند. و مثل غریق از خس و خاشاک غیر پناہ مے طلبند. مولوی صاحب را لازم است کہ اول در روایات خویش نظر کنند حاجت بغیر نے اند باید کہ جواب صحیح از برائے ما تحریر کنند کہ قاعدہ تشیع از کدام وحی الٰہی ثابت است و ہر چہ در باب احادیث فضایل و مصائب و قواعد مسامح از اقوال علماء تشیع نوشتیم باید کہ ما را محققانہ جواب دہد باز اہل علم جواب حوالہ کتاب خواہند دید کہ چہ فرمودہ است و ان شاء اللہ انصاف خواہند داد.

(خاکسار نذیر علی از نوشہرہ) (باقی آیندہ)

مؤازنۃ الحقایق

از عرصہ چند روز کتابے مسمی مؤازنۃ الحقایق بزبان پارسی در باب حیات مسیح ناصری علیہ الصلوۃ والسلام مؤلفہ قاضی محمد اکبر صاحب قاضی خیل پشاوری بدستم رسید از اول تا آخر مطالعہ نمودم مؤلف کتاب بر اثبات حیات مسیح علیہ الصلوۃ والسلام بیان لاطائل تحریر نمودہ کہ قبل ازین بار ہا در کتب سلسلہ عالیہ احمدیہ معقولاً و منقولاً رد کردہ شدہ است. بہرحال این کتاب سزاوار نبود کہ او را در مقابلہ تردید دادہ آید اما بہ نیت استحصال ثواب جہاد قلمی کہ درین زمانہ موجب رضائے ایزدی است ارادہ دارم کہ رسالہ بزبان پارسی سلیس مشتمل بر ہیچ دلائل ساطعہ و براہین باہرہ بر اثبات وفات مسیح علیہ الصلوۃ والسلام و برتردید جملہ شبہات مؤلف مؤازنۃ الحقایق بحیطہ تحریر آورد و شایع شود وباللہ التوفیق.

بر غفلت و جہالت بعض مسلمانان زمانہ حال گریہ مے آید کہ برائے تائید مذہب نصاری تبر اوثہ حیات مسیح از خود ساختہ و تراشیدہ برائے بیخ کنی توحید ایزدی و مذہب اسلام و ایمان خود بدست نفاس مے دہند و این قدر نے فہمند کہ قبل ازین وہم زندگی مسیح ناصری کہ انتساب غلط وار او تا ان انسان شکن گشتہ. در توحید ایزدی تحت خلل انداز شدہ است و دین اسلام را خیلے کمزور و بے وقار کردہ است ہمین وہم غلط و ستون حیات مسیح ناصری است کہ بران عمارہ مذہب عیسویت و تثلیث برپا است بے شمار متنفس بنی آدم بروہم غلط حیات مسیح از اسلام مرتد شدہ و در عیسویت داخل شدند. در صحیح مسلم از آن حضرت صلعم وارد است کہ گروہ کثیر از امت من بمذہب دجال (نصاری) خواہد گروید (ہذا بیناک یا ابتاہ وا تہماتنا یا رسول اللہ صلعم لقد رأينا هذه باعيننا في هذا الزمان) چونکہ این پیشگوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم است لہذا بالضرور واقع شدنے بود کہ درین زمان از مدعیان حیات مسیح علیہ السلام بظہور مے رسد العجب تائید مذہب دجال و اہل ضلال از جانب اسلام و اہل اسلام

آسمان را مے سزد گر سنگ ہا رو بر زمین
بر پریشان حالی اسلام و احوال المسلمین

راقم خاکسار المسیح فی الناس مولوی محمد فضل خان چنگوی احمدی مقیم قادیان ضلع گورداسپور۔

میں کس طرح اور کیوں احمدی ہو گیا

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

میں کثرت اور خاص دعا کیا کرتا تھا کہ خداوند تعالیٰ ایسا انسان مجھے دکھائے بلکہ مجھے یاد ہے کہ اس حصول مراد کیلئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی دیوان کے چند ابیات کا مجھ مدت تک وظیفہ رہا۔ جب کتاب براہین احمدیہ مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چھپ رہی تھی مولوی دستگیر قصوری نے راولپنڈی میں وعظ کیا اور اس وعظ کے درمیان اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و استجابت دعا کے دعوے کا ذکر کیا پھر تھوڑے عرصہ کے بعد براہین احمدیہ شائع ہونے اور اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے مکاشفات و الہامات و استجابت دعا کا عام چرچا ہو گیا۔ راقم حروف کے سویدا دل میں ان باتوں نے بہت جگہ پکڑ لی۔ کچھ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر مولوی محمد حسین بٹالوی کے فتوے تکفیر کے تیار کرنے اور اس پر بعض کوتہ اندیش علماء کا اتفاق سنا گیا۔ گو مجھے مکفر علماء برے معلوم ہوتے تھے وجہ یہ کہ میں نے سنا تھا کہ حضرت اقدس دنیاوی وجاہت سے بھی حیف اور بڑے آدمی ہیں اور بڑے آدمی جھوٹ نہیں بولتے ہیں کیونکہ جھوٹا ذلیل ہوتا ہے مرزا صاحب کا دعوی خالی از صداقت نہ ہوگا۔ جب میں نے سنہ ۱۸۹۱ء کو انجر گرہ مقام چکوال تحصیل گوجر خان میں اکثر خلوت نشینی اختیار کی ایک صاحب سردار شیر باز خان صوبہ دار پنشن یافتہ عوال تحصیل جہلم مجھے اپنے بچوں کا اتالیق کر کے عوال میں لے گئے۔ میں گاہے گاہے بطور تفریح طبع نزدیک کے اسٹیشنوں ترکی و ڈومیلی و سوہاوہ جایا کرتا۔ اور علی ہذا القیاس ایک دفعہ جبکہ میں بابو جلال الدین صاحب پنشنر ساکن بستی گوجرانوالہ کو ڈومیلی اسٹیشن پر مہمان تھا ڈاکٹر نور محمد صاحب مرحوم ڈومیلی اسٹیشن پر آئے بابو صاحب نے مجھے ان سے نذیر ہو کر یوں ارشاد کیا کہ ڈاکٹر صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں اور آنیوالا مسیح موعود میں ہی ہوں میں نے ڈاکٹر صاحب کو خطاب کر کے کہا کہ فلاں آیت و فلاں حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہ آسمان سے اتریں گے مرزا صاحب مسیح موعود کس طرح ہو سکتے ہیں۔ علی ہذا القیاس اور بھی کچھ غیر محقق تقریر اس وقت میں نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے سامنے کی جسکی تحقیق سے میں محض عاری و نا واقف تھا جب میں اپنے ڈیرہ پر عوال میں واپس آیا تو مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ حیات ممات مسیح میں تحقیق کروں۔ لہذا احادیث و تفاسیر اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی مخالفانہ تحریریں

(باقی آئندہ)

اشاعۃ السنہ وغیرہ جمع کر کے اون کا مطالعہ کرتا۔ خداوند تعالیٰ سے ہدایت الی صراط المستقیم کیلئے دعا و استخارہ شروع کر دیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم کی آیات بینہ و احادیث نبویہ اور حضرت مرزا جی کی تحریروں اور لطائف ذوقی وجدانیہ سے مسئلہ مجھ پر آفتاب کی طرح نمایاں ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کا دعوے سچا ہے اور وہ اس صدی کے مجدد ہیں اور بجز وصفی القاب مسیح موعود و مہدی مسعود مجدد ہیں وہی مجدد ہے جس کو پیغمبر خدا صلعم نے مسیح و مہدی کے القاب سے تیرہ سو سال قبل از زمین پکارا ہے۔

ابتدائے ماہ مئی سنہ ۱۸۹۵ء کو میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بعض رویا جو ان کے بارے میں دیکھی تھیں اور بعض تصوف کے اسرار کا استفسار کیا اور لکھا کہ میں نے رویا میں دیکھا ہے آپ میں یہ باتیں موجود ہیں بے شک آپ وہی مہدی مسعود و مسیح موعود ہیں یہ خط غالباً ایک جز کے قریب فارسی زبان میں تھا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد اس کی تمہید مندرجہ ذیل بیت سے شروع ہوئی تھی۔

طالب عشرم و غالب ۔ ۔ ۔ دل و ہم
من فدائیم برو حضرت اے شہ صاحب علم

جس کے جواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مندرجہ ذیل ارشاد نامہ راقم حروف محمد فضل بمقام عوال ضلع جہلم پہنچا۔

مکتوب حضرت امام الزمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ و اید

بخدمت محبی اخویم مولوی محمد فضل۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد ہذا آپ کا محبت نامہ جو اخلاص اور محبت سے بھرا ہوا اور معارف اور نکات پر مشتمل تھا مجھکو ملا اور باعث سرور اور فرحت ہوا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ خیر جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ واقعی اور درست ہے مگر افسوس کہ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے انسان ہیں جو ان حقائق حقہ کو سمجھتے ہیں بہرحال حرف حرف آپ کی تحریر آپ کے صفائی باطن اور علم ہو اور صفت اور فراست تعبیر پر دلالت کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی محبت میں ترقی بخشے۔ یہ عاجز چند روز باعث شدت کم فرصتی جواب لکھنے سے معذور رہا۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۲ مئی سنہ ۱۸۹۵ء

اس خط کے پہنچنے کے بعد میں نے اپنے احباب و آشناؤں میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت ظاہر کرنی شروع کر دی اور ماہ فروری حضور کی سنہ ۱۸۹۶ء بروز جمعہ قادیان میں حاضر ہو کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی والحمد للہ علی ذالک۔

راقم

خاکسار محمد فضل چنگوی احمدی

ایک یتیم کی درخواست

بہاولپور کا ایک یتیم لڑکا جس نے انٹرنس پاس کیا ہے ایک یتیم انجمن کے مقت لینے کی درخواست کرتا ہے کیا انجمن کے خریداروں میں سے کوئی بزرگ اس علمی خیرات میں حصہ لینے کے لئے آمادہ ہے؟

جنازہ غائب

ہم نہایت افسوس اور رنج کے ساتھ یہ خبر شائع کرتے ہیں کہ ہمارے مکرم و محترم بھائی چوہدری محمد سرفراز خان صاحب رئیس بدوملہی کا عزیز بچہ بشیر احمد جس کی عمر سوا سات سال کی تھی ۱۲ دسمبر کی صبح کو بہیضہ پر بہشت گذر سے اس جہان سے گذر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چوہدری محمد سرفراز خان صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک درخشندہ جوہر ہیں سلسلہ کی ترقی و ضروریات میں ہمیشہ اپنی بساط سے بڑھ کر قدم مارا کرتے ہیں۔

بشیر احمد مرحوم چوہدری صاحب کا اکلوتا بیٹا تھا۔ بقائے نوع انسان کا فطری تقاضا اور پھر باقیات الصالحات کی خواہش ہر مومن کے اندر موجود ہے۔ ہم چوہدری صاحب کو اس موقعہ پر صبر و رضا بالقضا کی ہدایت کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے چوہدری صاحب ہم سے زیادہ ان باتوں کو سمجھتے اور خدا کے فضل سے عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر جگہ کی احمدی جماعت مرحوم کے لئے جنازہ کی نماز پڑھے اور دعا کرے کہ مرحوم ہمارے لئے اس جہان میں فرط ہو اور اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کو نعم البدل عطا فرماوے آمین۔

زہد کسے کہتے ہیں؟

حضرت سرور کائنات سے کسی نے پوچھا زہد کیا ہے؟ فرمایا "دنیا میں زہد یہ ہے کہ جو چیز تمہارے پاس موجود ہے تو اس سے بے پروا کو بھی ہے مگر اس سے بڑھ کے ان چیزوں کی طرف سے بے پروا ہو جو ابھی تجھے نہیں ملیں اور ہنوز قبضہ قدرت میں ہیں"۔

امام زہری سے زہد کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا "جو مرد نفس کو خواہشات سے روکتے کا نام ہے"۔ کسی اور عالم دین سے یہی سوال کیا گیا تو جواب ملا "زہد یہ ہے کہ تیرا صبر حرام سے اور تیرا شکر حلال سے مغلوب نہ ہو جاوے"۔ آنحضرت صلعم سے ایک اور موقع پر پوچھا گیا۔ "سب سے بڑا زاہد کون ہے؟" فرمایا "وہ جو قبرستان اور مصائب کو نہ بھولے۔ فانی کے مقابل میں باقی کو اختیار کرے۔ اور اپنے کو ان لوگوں میں شمار کرے جو مرنے والے ہیں"۔ یہی سوال محمد بن واسع سے کیا گیا تو انہوں نے کہا "زاہد وہ ہے جسے اس کی پروا نہ ہو کہ دنیا کس کے ہاتھ میں ہے"۔ خلیل ابن احمد نے زاہد اس شخص کو بتایا ہے "جو جو ضرور ہونے والی چیز کی طلب میں جان تک کوتاہی کرے کہ اس چیز کو بھی ہاتھ سے کھو دے جو موجود تھی"۔

ابن سماک زاہد اس شخص کو بتاتے ہیں "جو اگر دنیا کو پا جائے تو خوش نہ ہو اور دنیا سے از ار ہو جائے تو غم نہ کرے جلوت میں ہنسے اور خلوت میں رو دے"۔

فضیل بن عباس فرماتے ہیں "دنیا میں اصل زہد یہ ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ سے راضی رہے"۔

علمائے اسلام کہتے ہیں "دنیا اور آخرت مرد کے لئے مثل دو سوتوں کے ہیں ان میں سے جسے خوش کرے گا دوسری ناراض ہو جائے گی"۔

اور زاہد وہی ہے جو ان دونو سوتوں میں سے اسے اختیار کرے جو ہمیشہ ساتھ دینے والی اور آخر تک نباہنے والی ہو چنانچہ حضرت سرور کائنات علیہ الف الف صلوات و تحیات نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ "دنیا دنیا (یعنی اس کی طرف سے منہ پھیرنا) شوق آخرت کی کنجی ہے"۔

(الفرقان)

ہالینڈ میں ان مفت خوروں کیلئے جو کہ کام کرنے کے لائق ہونے ہوتے ہی کام سے جی چراتے ہیں یہ علاج نکالا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص بھیک مانگتے ہوئے پکڑا جائے اور سرکاری کارخانوں میں کام کرنے سے انکار کرے تو اس کو ایک حوض میں ڈالدیتے ہیں۔ اس حوض میں ایک پمپ لگا ہوا ہے۔ اگر وہ پمپ سے ہر وقت پانی نکالتا نہ رہے تو پانی تھوڑی دیر میں سر سے اوپر آ جائے اس لئے اس کو ناچار ہاتھ پاؤں ہی مارنے پڑتے ہیں اور اس طرح وہ رفتہ رفتہ کام کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ بات تو تب ہے جب کہ ہندکی ایک چوتھائی بھکیاری و مفت خور آبادی کی حرام خوری سے نجات دینے کی کوئی عملی تدبیر نکل آوے لیکن گورنمنٹ ہی اگر اس طرف خاص توجہ دے تو کچھ ہو سکتا ہے۔ ورنہ جس ملک میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مفت خور جونکوں کی طرح لوگوں کا خون چوس رہے ہوں اس کے افلاس کا کیا ٹھکانا۔